جلد 20 شمارہ 5 ماہ مئی 2018ء شعبان / رمضان 1439ھ

وَاذْکُرِ اسْمَ رَبِّکَ وَتَبَتَّلْ اِلَیْهِ تَبْتِیْلًا

صداقت

اللّٰہ

محبت

سِلسلہ عالیہ توحیدیہ

ہے عرش بھی نیچا جو ہو پرواز مسلسل

ماہنامہ

فلاحِ آدمیت

سلسلہ عالیہ توحیدیہ کا تعارف اور اغراض و مقاصد

- سلسلہ عالیہ توحیدیہ ایک روحانی تحریک ہے جس کا مقصد کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کے مطابق خالص توحید، اتباع رسول، کثرت ذکر مکارم اخلاق اور خدمت خلق پر مشتمل حقیقی اسلامی تصوف کی تعلیم کو فروغ دینا ہے۔
- کشف و کرامات کی بجائے اللہ تعالیٰ کے قرب و عرفان اور اس کی رضا و لقاء کے حصول کو مقصود حیات بنانے کا ذوق بیدار کرنا ہے۔
- حضور ﷺ کے اصحاب کی پیروی میں تمام فرائض منصبی اور حقوق العباد ادا کرتے ہوئے روحانی کمالات حاصل کرنے کے طریقہ کی ترویج ہے۔
- موجودہ زمانے کی مشغول زندگی کے تقاضوں کو مدنظر رکھتے ہوئے نہایت مختصر اور سہل العمل اوراد واذکار کی تلقین۔
- غصہ اور نفرت، حسد و بغض، تجسّس و غیبت اور ہوا و ہوس جیسی برائیوں کو ترک کر کے قطع ماسواء اللہ، تسلیم و رضا عالمگیر محبّت اور صداقت اختیار کرنے کو ریاضت اور مجاہدے کی بنیاد بنانا ہے۔
- فرقہ واریت، مسلکی اختلافات اور لاحاصل بحثوں سے نجات دلانا۔ تزکیہ نفس اور تصفیہ قلب کی اہمیت کا احساس پیدا کر کے اپنی ذات، اہل و عیال اور احباب کی اصلاح کی فکر بیدار کرنا ہے۔
- اللہ تعالی کی رضا اس کے رسول ﷺ کی خوشنودی اور ملت اسلامیہ کی بہتری کی نیت سے دعوت الی اللہ اور اصلاح و خدمت کے کام کو آگے بڑھانا اپنے مسلمان بھائیوں کے دلوں میں قلبی فیض کے ذریعے اللہ تعالی کی محبّت بیدار کرنا اور روحانی توجہ سے ان کے اخلاق کی اصلاح کرنا ہے۔

ماہنامہ

فلاحِ آدمیت

گوجرانوالہ

عالمگیر محبت اور بنی نوع انسان کی اصلاح و فلاح کا علمبردار

بیاد
خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ
بانی سلسلہ

محمد صدیق ڈارؒ
بانی مجلّہ فلاح آدمیت

نگران و سرپرست اعلیٰ: جناب محمد یعقوب توحیدی
شیخ سلسلہ عالیہ توحیدیہ
0344-9000042

شیخ سلسلہ و مدیر سے رابطہ
مرکز تعمیر ملت (ڈاکخانہ سیکنڈری بورڈ) وحید کالونی کوٹ شاہاں گوجرانوالہ
Ph: 055-3411030 ای میل: info@tauheediyah.com
Website www.tauheediyah.com

پبلشر عامر رشید انصاری نے معراج دین پرنٹرز مچھلی منڈی لاہور سے چھپوا کر مرکز تعمیر ملت، جی ٹی روڈ گوجرانوالہ سے شائع کیا

قیمت شمارہ -/30 روپے

سالانہ فنڈ -/300 روپے

اس شمارے میں

زکوٰۃ

(خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ)

دیگر عبادات کی طرح زکوٰۃ بھی ایک ایسی مفید عبادت ہے جس کی مثال دنیا کا اور کوئی مذہب پیش نہیں کرسکتا۔ زکوٰۃ میں ایک خصوصیت یہ ہے کہ اس کے اجتماعی فوائد انفرادی فائدوں سے کہیں زیادہ ہیں:۔

1) زکوٰۃ دینے والوں میں ہمدردی، ایثار اور خدمت کا جذبہ پیدا ہوتا ہے جو قومی بقاء کیلئے ناگزیر ہے۔

2) اگر ہمارے امراء زکوٰۃ نکالتے رہیں اور اس کے ساتھ ہی خیرات بھی کرتے رہیں جس کا قرآن میں جابجا حکم دیا گیا ہے تو ہماری قوم میں روپیہ کی تقسیم اس طرح ہوسکتی ہے کہ نہ تو کوئی اتنا مالدار بن سکتا ہے جتنے کہ یورپ، امریکہ اور ہندوستان کے سرمایہ دار، نہ اس قدر غریب رہ سکتا ہے کہ کھانے کو روٹی، پہننے کو کپڑا اور سر چھپانے کو جھونپڑا تک نہ ہو۔ اسلام نے دولت کی تقسیم کا یہ طریقہ جو رکھا ہے، عملی ہے۔ کمیونزم میں دولت کی تقسیم کا جو قاعدہ ہے اگرچہ بظاہر بڑا دل پسند ہے لیکن عملی وفطرتی ہرگز نہیں۔ یہ طریقہ کچھ عرصہ تک طاقت کے زور سے قائم رکھا جاسکتا ہے اور کون نہیں جانتا کہ جو قانون اور قاعدے صرف ڈنڈے کے بل بوتے پر نافذ کئے اور جاری رکھے جاتے ہیں ان کی بنیاد ریت پر ہوتی ہے۔ برخلاف ازیں جو قانون اور قاعدے عوام کی رضا اور خوشی پر قائم کیے جاتے ہیں ہمیشہ دیرپا ہوتے ہیں۔ عوام میں سے فطرتاً اور طبعاً کوئی برضا ورغبت اس بات کو نہیں مان سکتا کہ دن رات محنت اور خون پسینہ ایک کر کے جو کچھ کمائے گورنمنٹ کے حوالے کردے، جس سے بڑے بڑے افسر تو مزے اڑائیں اور وہ معمولی روٹی کپڑے پر گزارہ کرتا رہے۔

3) ہمارے ہاں زکوۃ ادا کرنے کا طریقہ انفرادی ہے، جو شخص زکوۃ نکالتا ہے وہ اپنی مرضی سے جس کو مستحق سمجھتا ہے دے دیتا ہے ۔ اگرچہ یہ بات بھی بہت اچھی ہے لیکن اگر ہر اسلامی ملک میں ایک بیت المال بنایا جائے اور تمام ملک کی زکوۃ کا روپیہ اس میں جمع کر کے انفرادی اور اجتماعی اور سیاسی اعتبار سے بھی ترقی کے چرخ چہارم پر پہنچ سکتی ہے ۔

4) انفرادی فوائد یہ ہیں کہ مستحق غریبوں اور محتاجوں کو فرداً فرداً اتنی مدد دی جاسکتی ہے کہ انہیں بھیک نہ مانگنا پڑے، یہی نہیں بلکہ ان کو ایسی مدد بھی دی جاسکتی ہے جس سے وہ اپنے گزارے کا کوئی مستقل ذریعہ قائم کرلیں اور آئندہ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے افلاس سے مامون و محفوظ ہوجائیں ۔

5) سڑک پر پڑے ہوئے اندھوں، لنگڑے، محتاجوں اور اپاہجوں کے لئے محتاج خانے قائم کئے جاسکتے ہیں ۔ اس سے دوگنا فائدہ ہوسکتا ہے، ایک تو یہ کہ ان اپاہجوں کی زندگی آرام سے گزرے گی، دوسرا یہ کہ بیرونی مہذب ممالک کے باشندے بازاروں اور شاہراہوں پر ان محتاجوں اور اپاہجوں کے لشکر کو دیکھ کر ہمارے متعلق جو حقارت آمیز خیال قائم کر لیتے ہیں نہ کرسکیں گے اور ہمارے قومی وقار کو ٹھیس نہ لگے گی ۔ تیسرا فائدہ یہ بھی ہوگا کہ ہمارے آوارہ اور کاہل نوجوانوں کے دل میں ان گداگروں کو دیکھ کر جو بے محنت و مشقت رزق پیدا کرنے کا خیال پیدا ہوسکتا ہے نہ ہوسکے گا ۔

6) یتیم خانے قائم کیے جاسکیں گے اور قوم کے ہزاروں قابل دماغ بچے جو بے یار و مددگار ہونے کی وجہ سے غربت و ذلت کی زندگی بسر کرتے کرتے برباد ہوجاتے ہیں، تباہی سے بچ جائیں گے اور قوم کے اچھے شہری ثابت ہوں گے ۔

7) ہونہار طلباء کو جو غربت کی وجہ سے اعلیٰ تعلیم سے محروم رہتے ہیں وظیفے دے کر اعلیٰ تعلیم دلائی جاسکے گی ۔

8) قرضہ کے فکر سے انسان ہمیشہ پریشان رہتا ہے اور اس کی قوتِ عمل دماغی کوفت کی وجہ سے مفلوج ہوجاتی ہے۔لیکن زکوٰۃ کا روپیہ چونکہ قرض نہیں دیا جاسکتا امداداً دیا جائے گا، اس لئے لینے والوں کے سر پر کوئی بوجھ نہ رہے گا اور وہ بےفکری سے کام کرسکیں گے۔

9) قوم میں غربت کے فقدان سے جو عام اُمنگ ترقی کے لئے پیدا ہوتی ہے وہ بڑی آسانی سے عوام میں پیدا ہوجائے گی۔

10) بیت المال کے روپیہ سے ایسے مجاہدین کے اہل وعیال کی کفالت ہوسکے گی جو میدانِ جنگ میں شہید ہوں یا قوم کے لئے کوئی دوسرا خطرناک کام کرتے ہوئے مرجائیں یا مارے جائیں۔مسلمانوں میں اسلامی عزت ووقار کے لئے خطرناک کام کرنے اور میدانِ جہاد میں جان قربان کردینے والوں کی ہرگز کمی نہیں۔کونسا مسلمان ہے جو رسول کریم ﷺ سے محبت نہیں کرتا اور حضور ﷺ کی اُمت یا حضور ﷺ کی تعلیم کو تباہی سے بچانے کے لئے جان قربان نہیں کرسکتا؟ لیکن یہ خیال کہ ہمارے بعد بال بچے کیا کریں گے، ایسی رکاوٹ ہے جو بڑے سے بڑے بہادروں کے پاؤں میں زنجیر ڈال دیتی ہے۔اس لئے جب ان کو یقین ہوجائے گا کہ مرنے کے بعد ہمارے پسماندگان کو کوئی تکلیف نہ ہوگی تو یقیناً کسی مسلمان کو بھی شہادت جیسی نعمت حاصل کرنے میں تامل باقی نہ رہے گا۔

اکثر علمائے دین کی رائے ہے کہ زکوٰۃ کا روپیہ حکومت کے نظم ونسق اور ترقیات کی دوسری مدوں پر خرچ نہیں کیا جاسکتا،صرف غریبوں اور محتاجوں کی مدد کے لئے ہی دیا جاسکتا ہے۔ان بزرگوں کی توجہ ہم مندرجہ بالا نکات کی طرف خاص طور سے مبذول کراتے ہیں کہ یہ تمام مدّات ایسی ہیں جن میں صرف غریبوں اور محتاجوں ہی پر روپیہ خرچ کرنے کا مشورہ دیا گیا ہے۔فرق صرف یہ ہے کہ اب انفرادی طور پر بے قاعدہ اور بے ڈھنگے طور سے خرچ ہوتا ہے، بیت المال کے ذریعہ باقاعدہ اور زیادہ مفید طور پر خرچ ہوسکے گا۔

نقوشِ مہر و وفا

(فرمودات قبلہ بابا جان محمد صدیق ڈار صاحب توحیدیؒ)

مرتب: سید رحمت اللہ شاہ

بابا جانؒ (سورۃ البقرہ ۲۔ آیات ۲۵۷۔۲۵۶ کا) وعظ فرما رہے تھے کہ

لاَ إِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ. "دین میں کوئی زور زبردستی نہیں"۔ قَد تَّبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ فَمَنْ يَكْفُرْ بِالطَّاغُوتِ ۔"نیکی اور بدی الگ الگ کردی گئی ہیں"۔ وَيُؤْمِن بِاللّهِ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقَىَ لاَ انفِصَامَ لَهَا. جو شیطان کی پیروی نہ کرے اور اللہ پر ایمان لائے اس نے مضبوط راہ تھام لی۔ وَاللّهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ. "اور اللہ سنتا اور جانتا ہے"۔

اللّهُ وَلِيُّ الَّذِينَ آمَنُواْ. اللہ مومنوں کا ولی ہے۔ جو ایمان لاتے ہیں، ان کا دوست ہے۔ جو مرضی ترجمہ کرلیں۔ يُخْرِجُهُم مِّنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّوُرِ. ان کو اندھیروں سے نکال کر اُجالے کی طرف لے جاتا ہے۔ وَالَّذِينَ كَفَرُواْ أَوْلِيَآؤُهُمُ الطَّاغُوت. جنہوں نے کفر کیا ان کے دوست ہیں۔"طاغوت"۔ ولی کی جمع اولیاء۔ شیطانی گروہ جو ہیں سارے کے سارے وہ سب ان کے دوست ہیں۔ يُخْرِجُونَهُم مِّنَ النُّورِ إِلَى الظُّلُمَات. وہ روشنی سے لے کر انہیں اندھیرے میں لے جاتے ہیں۔ أُوْلَـئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ. وہی آگ میں جانے والے ہیں اور ہمیشہ اس میں رہیں گے۔

مطلب ہے کہ وہ گروہ ہیں جو کام کرتے ہیں۔ حضورﷺ نے بھی فرمایا۔ جو عامل لوگ ہیں

جن کے پاس جنات آتے ہیں، جو اپنے یاروں کو ایک سچی اور چار جھوٹی ملا کر بتا جاتے ہیں۔ وہ بتاتے ہیں کہ ایسے ہو گیا۔ گول مول باتیں کر جاتے ہیں۔ ان میں ایک سچی بھی ہو جائے، باقی جھوٹی ہوتی ہیں۔ وہ ان کو بتاتے ہیں۔

ادھر یہ نہیں ہے کہ کام ہوتا ہے یا نہیں ہوتا۔ کام نہیں ہوتا کا مطلب ہے کہ آپ نے نہیں مانا۔ سورۃ فصلت (آیات ۳۷-۴۱) میں ہے؛ وَمِنْ آيَاتِهِ اللَّيْلُ وَالنَّهَارُ وَالشَّمْسُ وَالْقَمَرُ ۔ اللہ کی بہت بڑی شان ہے۔ یہ رات اور دن، سورج اور چاند بہت بڑی نشانیاں ہیں۔ وَمِنْ آيَاتِهِ اللَّيْلُ وَالنَّهَارُ وَالشَّمْسُ وَالْقَمَرُ لَا تَسْجُدُوا لِلشَّمْسِ وَلَا لِلْقَمَرِ ۔ لیکن ان کو سجدہ نہیں کرنا۔ سورج بہت بڑی نشانی ہے، جس سے کائنات کا نظام قائم ہے۔ صرف یہی نہیں بلکہ ہر بات اس سے قائم ہے۔ وہ اللہ کی بہت بڑی نشانی ہے۔ لیکن کہا کہ سجدہ ان کو نہیں کرنا۔ وَاسْجُدُوا لِلَّهِ الَّذِي خَلَقَهُنَّ ۔"اس اللہ کو سجدہ کرو جس نے ان کو پیدا کیا ہے"۔ بے شک یہ بہت بڑی نشانیاں ہیں مگر سجدہ ان کو نہیں کرنا۔ إِن كُنتُمْ إِيَّاهُ تَعْبُدُونَ ۔ اگر تم اللہ ہی کی بندگی کرتے ہو تو سجدہ کسی کو نہیں کرنا۔ یہ بہت بڑی نشانیاں ہیں لیکن سجدہ اسی اللہ کو کرو جس نے انہیں پیدا کیا۔ اس کا مطلب ہے کہ جو مخلوق ہے وہ معبود نہیں۔

حضرت جنید بغدادیؒ کے متعلق آتا ہے کہ وہ سیر کرنے کے لئے گھوڑے پر باہر کہیں کھلی جگہ گئے۔ وہ جا رہے تھے، سیدھا راستہ تھا۔ اس وقت راستے کچے ہوتے تھے۔ اس پر جا رہے تھے کہ گھوڑا ایک طرف لگام کاٹے۔ انہوں نے اسے سیدھا کیا مگر پھر وہ ادھر زور لگائے۔ انہوں نے کہا کہ چلو! پتا نہیں اللہ کی کیا حکمت ہے، چلو جانے دو کہاں جاتا ہے۔ وہ ایک طرف راستہ چھوڑ کے گھوڑا چل پڑا۔ وہاں کوئی جگہ تھی یا کوئی درخت تھے۔ وہاں پر ایک درویش بیٹھا ہوا تھا۔ حضرت جنید بغدادیؒ بڑے اللہ والے تھے۔ انہوں نے دیکھ لیا کہ یہ کسی مقام پر پھنسا ہوا ہے۔

یہ کسی جگہ پھنس گیا ہے اور آگے جانے کی جگہ نہیں مل رہی۔وہ اتر گئے۔اس کو جگایا، اس سے بات چیت کی۔اسے سمجھایا کہ یہ ایسے ہے، جہاں تم ہو اس سے آگے چلو وہ ہے۔یہ تو درمیان کا راستہ ہے جہاں تم بیٹھے ہو، تو وہ پھر چلے گئے۔انہوں کہا کہ مجھے جانتے ہو؟ کہا کہ میں جنیدؒ ہوں ادھر ہی رہتا ہوں، پھر کبھی کوئی مسئلہ ہو تو ہمارے ساتھ رابطہ رکھنا۔اس درویش نے کہا کہ میں کسی جنید کو نہیں جانتا۔جو جنید کو پکڑ کے اب لایا ہے، وہ پھر بھی لائے گا۔

تو یہ ہیں وہ اسباب۔چلو شکر ہے یہ کہہ دینا جائز ہے کہ جی بہت مہربانی! شکریہ! جزاک اللہ۔دعا خیر کر دینا وہ اچھی بات ہے لیکن فاعل حقیقی اللہ کو ہی سمجھے۔اس نے چاہا تو تمہارا گھوڑا ادھر مڑ جاتا ہے۔تمہیں پتا بھی نہیں ہے، کھینچ کے لے آیا۔اس درویش نے کہا ہو گا کہ اللہ میاں کوئی بندہ بھیج تو بھیج دیا۔(اس درویش نے کہا کہ) جو اب لے آیا ہے وہ پھر بھی لے آئے گا۔وہ اس اللہ کو ہی مانتے ہیں۔اللہ سارے اسباب بنا دیتا ہے۔انہوں نے صاف کہا کہ میں نہیں جانتا کسی جنیدؒ کو جو اب لے آیا ہے وہ پھر بھی پکڑ کر لے آئے گا۔یہ ہے کہ بات اس اللہ پر رکھیں تو یہ سارے رزق کے معاملات، یہ دنیا، یہ سارے، باباجیؒ بھی کہتے تھے کہ اس کی مرضی سے ہوتے ہیں۔پہلے جو ہوئے ہیں وہ بھی اس کی مرضی سے تھے۔آگے بھی اسی کی مرضی سے ہوں گے۔اس میں تمہارے فکر کرنے والی کیا بات ہے۔خوش رہا کرو۔جو اللہ کرتا ہے راضی رہا کرو۔کوئی جیسا بھی ہو کوئی بات نہیں۔

قبلہ محمد صدیق ڈار توحیدیؒ کا خط بنام: الطاف حسین بٹ صاحب

مورخہ: 02.11.2003

السَلامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَةُ الله !

آپ کا خط آئے کافی دِن ہو گئے، میں اس وقت ملتان، شجاعباد اور فتح پور کے بھائیوں سے ملنے کیلئے گیا ہوا تھا، وہاں کافی دن لگ گئے۔اس طرح جواب لکھنے کی فرصت نہیں ملی۔ الحمد للّٰہ! اللہ کے ذکر کی محفلیں ہوتی ہیں، اللہ، اس کے رسول ﷺ اور اس کی مخلوق کی محبت کی تبلیغ کرتے ہیں۔ اللہ کے فضل سے لوگ دُور دُور سے پیار کی تلاش میں آتے رہتے ہیں اور اللہ تعالیٰ ان کے دِلوں میں پیار کی شمع روشن فرما دیتے ہیں۔ الحمد للّٰہ روزے بھی اچھے جا رہے ہیں۔

یہ بات خوشی کی ہے کہ آپ لوگ نماز پابندی سے پڑھتے ہیں اور چلتے پھرتے ذکر بھی کرتے ہیں۔ اللہ کے ذکر سے دِل میں نور پیدا ہوتا ہے، اللہ سے محبت بڑھتی ہے، عبادت کا ذوق ترقی کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے قرب کی راہ ہموار ہوتی ہے۔

تعلیم سے مکمل فیض حاصل کرنے کیلئے ضروری ہوتا ہے کہ سلسلے کی ہدایات پر پوری طرح عمل کیا جائے اور کسی اللہ والے سے با قاعدہ بیعت ہوا جائے۔اس طرح مرشد اور سلسلے کے سارے بزرگوں سے روحانی فیض اور قلب کا نور ملتا ہے جس سے روحانی ترقی ہوتی ہے اور ہمارے بھائیوں کو بھی اچھی طرح جانتے ہیں، لیکن ابھی تک آپ یہ فیصلہ نہیں کر پائے۔ ہماری طرف سے آپ پر کوئی دباؤ نہیں ہوگا، یہ فیصلہ آپ ہی کو کرنا ہے۔

اللہ تعالیٰ آپ کواور آپ کے پیارے پیارے ساتھیوں کواپنی راہ پر استقامت عطاء فرمائے ۔رمضان المبارک کی رحمتیں اور برکتیں نصیب فرمائے اور اللہ تعالیٰ جن باتوں کو ناپسند فرماتے ہیں ان سب سے بچنے کی ہمت عطاء فرمائے ۔اسی کا نام تقویٰ ہے اور اسی لئے روزے رکھے جاتے ہیں ۔روٹی پانی چھوڑنے کا نام روزہ نہیں ہے ۔یہ چیزیں تو حلال ہیں روزہ تو حرام اور ممنوعہ اشیاء سے بچنے کا نام ہے اور یہ روزہ پورا سال رکھنا ہوتا ہے اور دن رات چلتا ہے اور آخری سانس تک اسے قائم رکھنا ہوتا ہے،اللہ تعالیٰ ایسا ہی روزہ رکھنے کی توفیق دے جیسا کہ بزرگ کہتے ہیں کہ یہ زندگی چند روزہ ہے اور اس میں ہمارا روزہ ہے ۔شفقت نواز و دیگر احباب کو سلام ۔

مورخہ: 13.02.2002

السَلامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللهِ !

اللہ تعالیٰ آپ کو دنیا اور آخرت میں سرخرو فرمائے ۔اگر آپ کو کامیابی چاہیے تو نماز اور قرآن کریم کی تلاوت کے علاوہ درود شریف کی تسبیح کو زندگی کا معمول بنالیں ۔اپنے فرائض منصبی پوری تندہی اور دیانت داری کے ساتھ ادا کریں ۔کبھی بھی جھوٹ نہ بولیں اور عالمگیر محبت کا شیوہ اپنا کر ہر انسان سے نیک برتاؤ کریں ۔میجر اکبر اعوان صاحب بہت ہی پیارے بیٹے ہیں اگر چہ مدت سے ان کے ساتھ رابطہ نہیں ہے پھر بھی آپ کے خط میں ان کی محبت تازہ ہوگئی ۔اللہ تعالیٰ ہمارے خیر خواہ ہوں اور ہم سے عقیدت رکھنے والے سبھی بھائیوں کو دنیا و آخرت میں سرخرو فرمائے ۔ آمین

والسلام

ماہ رمضان: اللہ کی رحمتیں سمیٹنے کا مہینہ

(المرسل: ماجد محمود)

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِينَ مِن قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ (سورہ البقرہ: 183)

ترجمہ: ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو تم پر روزے فرض کر دیے گئے ہیں۔ جس طرح تم سے پہلے لوگوں پر فرض کیے گئے تھے تا کہ تم میں تقویٰ کی روش پیدا ہو''۔

رمضان المبارک مقدس، بابرکت، رحمت، مغفرت اور نارِ جہنم سے نجات کا مہینہ ہے۔ اس کے رخصت ہو جانے پر یکم شوال کو عید الفطر منائی جاتی ہے۔ یہ مقدس مہینہ جس کو ہم عید الفطر کے افطار اور نمازِ عید ادا کرنے کے بعد الوداع کہتے ہیں، بہت سی برکتیں اور رحمتیں لے کر آتا ہے۔ تمیں یا انتیس روزے رکھنے کے بعد جو اثرات اس نے ہماری زندگیوں میں پیدا کر دیے ہیں ان میں سب سے بڑا اثر تقویٰ کی صفت ہے۔ پرہیز گاری، اپنی زندگی میں اصلاح کرنا، بدیوں اور برائیوں سے پاکیزہ زندگی گزارنا، جھوٹ اور جھوٹے طرزِ زندگی سے مکمل اجتناب، اللہ کا خوف، آخرت کی زندگی پر یقین، اللہ خالق ارض وسما کے سامنے حاضری اور دنیوی زندگی کے کاموں کا حساب، پاکیزہ دل و نگاہ، انسانی برادری کے ساتھ حسنِ سلوک، محبت و مروت اور صبر و استقامت، ظلم و جور سے اجتناب اور ظالموں کا ساتھ دینے سے اس طرح بچنا جس طرح آگ کے دہکتے الاؤ سے بچنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ اللہ کی بندگی میں زندگی گزارنا جس میں زندگی کے کسی شعبے کو مستثنیٰ نہ رکھا جائے۔

رمضان المبارک کا پورا مہینہ تقویٰ کے حصول کا تربیتی پروگرام ہے۔ اس پروگرام کو اپنی زندگی میں اتنا راسخ اور پختہ بنانا ہے کہ سال کے دوسرے مہینوں میں بھی اس کے اثرات موجود رہیں ہمارے معاشرے کا یہ حال ہے کہ عید الفطر کی نماز ادا کرنے کے بعد قریب قریب

تقویٰ شعاری اور متقیانہ زندگی کے اوصاف کو بھی ہم الوداعی سلام کہتے ہیں۔ مساجد میں نمازیوں کا ہجوم ختم ہوجاتا ہے۔ پابندیٔ وقت کے ساتھ نمازوں کی ادائیگی اس طرح بھلائی جاتی ہے جیسے کہ نماز صرف رمضان المبارک میں ہی فرض ہے اور عید الفطر کی نماز کے ساتھ اس کی فرضیت ختم ہوگئی ہے۔ اور تلاوت قرآن مجید سے بھی یوں منہ موڑ لیا جاتا ہے جیسا کہ تلاوت کلام مجید صرف رمضان المبارک میں ہی ضروری ہو۔

ضرورت اس امر کی ہے کہ ہم عید الفطر کی نماز ادا کرتے ہوئے تجدید عہد کریں کہ رمضان المبارک کی سب سے بڑی نعمت جو اللہ ربّ کائنات کی طرف سے عطا ہوئی ہے اس کو ہم انفرادی اور اجتماعی زندگی کے لیے سرچشمہ ہدایت و راہنمائی کی حیثیت سے تسلیم کریں گے اور اس کی ہدایات اور تعلیمات کے مطابق اپنی زندگی گزارنے کا راستہ اختیار کریں گے۔

یہاں یہ بات بھی سمجھ لینی چاہیے کہ رمضان کے روزوں کو صرف عبادت اور صرف تقویٰ کی تربیت ہی نہیں قرار دیا گیا بلکہ انہیں مزید برآں اس عظیم الشان نعمت ہدایت پر اللہ کا شکر بھی ٹھہرایا گیا ہے، جو قرآن کی شکل میں اس نے ہمیں عطا فرمائی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ ایک دانشمند انسان کے لیے کسی نعمت کی شکر گزاری اور کسی احسان کے اعتراف کی بہترین صورت اگر ہوسکتی ہے تو صرف یہی ہے کہ وہ اپنے آپ کو اس مقصد کی تکمیل کے لیے زیادہ سے زیادہ تیار کرے، جس کے لیے عطا کرنے والے نے وہ نعمت عطا کی ہو۔ قرآن ہم کو اس لیے عطا فرمایا گیا ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ کی رضا کا راستہ جان کر خود اس پر چلیں اور دنیا کو اس پر چلائیں۔ اس مقصد کے لیے ہم کو تیار کرنے کا بہترین ذریعہ روزہ ہے لہٰذا نزول قرآن کے مہینے میں ہماری روزہ داری صرف عبادت ہی نہیں، اخلاقی تربیت بھی ہے بلکہ اس کے ساتھ خود اس نعمت قرآن کی بھی صحیح موزوں شکر گزاری ہے۔

"انسان کے ہر عمل خیر کا اجر دس گنا سے لے کر سات سو گنا تک ملے گا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے لیکن روزہ اس سے مستثنٰی ہے۔ کیونکہ وہ میرے لیے ہے اور میں ہی اس کا (جتنا چاہوں گا)

بدلہ دوں گا۔ آخر انسان اپنی شہوت نفس اور اپنا کھانا پینا میری ہی خاطر تو روکے رہتا ہے"
جس عمل کا بدلہ خود اللہ ربّ العٰلمین کی ذات اقدس ہو اس کی فضیلت اور برتری کا کون اندازہ لگا سکتا ہے لیکن روزہ رکھنے کے دوران میں جو ہدایات دی گئی ہیں ان کا بھرپور احترام لازمی ہے۔
حدیث مبارکہ ہے: "جس کسی نے روزے کی حالت میں جھوٹ بولنا اور اس پر عمل کرنا نہ چھوڑا وہ جان لے کہ اللہ کو اس بات کی کوئی ضرورت نہ تھی کہ وہ شخص بس اپنا کھانا پینا چھوڑ دے"۔

اس حدیث پاک سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ روزہ صرف کھانا پینا چھوڑنا نہیں ہے بلکہ جب تک روزہ کا اثر روزہ دار کی زندگی پر نہ پڑے، جب تک روزہ دار کی زندگی روزے کے عمل سے بدل نہ جائے، جب تک وہ جھوٹ بولنا ہی نہ بلکہ جھوٹ پر عمل کرنا بھی ترک نہ کر دے اس وقت تک اس کا کھانا پینا چھوڑ دینا مقصود اور مطلوب نہیں۔

نماز و روزہ و قربانی و حج
یہ سب باقی ہیں، تو باقی نہیں ہے

یعنی عبادات کے اس نظام سے جو مسلمان وجود میں آنا چاہیے تھا وہ کہیں دیکھنے میں نہیں آ رہا۔ روزہ کے گنتی کے دن ختم ہو جائیں گے۔ ہم افطار کی خوشی میں عید الفطر منائیں گے۔ انشا اللہ۔ مگر صیام کے مہینے میں جس طرح ہماری مساجد نمازیوں سے بھری ہوتی ہیں۔ یہاں تک کہ ہر ایک مسجد نمازیوں کے لیے تنگ ہو جاتی ہے اور سڑکوں پر ٹاٹ بچھا کر نمازیں ادا کی جاتی ہیں۔ کتنے خوش کن اور روح پرور مناظر دیکھنے کو ملے ہیں۔ مگر کیا عید الفطر کے بعد بھی اس پابندی کے ساتھ ہم نمازیں ادا کرتے ہیں؟

اللہ تعالٰی سے دُعا ہے کہ اللہ ہمیں ماہ رمضان سے زیادہ سے زیادہ فیوض و برکات سمیٹنے کی توفیق عطا فرمائے۔ اور اس ماہ قرآن میں اللہ ہمارے لیے اپنی رضا اور جہنم سے چھٹکارے کا حصول آسان فرمادے۔ آمین

سالانہ اجتماع 2018 سلسلہ عالیہ توحیدیہ

(حافظ محمد یسین)

اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر بہت مہربان ہے اس نے نا صرف انسانوں کو پیدا کیا بلکہ تخلیق آدم کے ساتھ ہی ان کی ہدایت کا انتظام بھی فرما دیا ۔ ہر قوم کے لیے ہادی بھیجے گئے جو ان کو اللہ کا راستہ دکھاتے اور ہدایت کا سامان بہم پہنچاتے رہے ۔ یہ مبارک سلسلہ حضور نبی کریم ﷺ پر آ کر اختتام کو پہنچا ۔ اب انسانوں کو دعوت الی اللہ کی ذمہ داری انبیاء کے وارثین اولیاء اللہ کے کاندھوں پر آ گئی ہے ۔

سلسلہ عالیہ توحیدیہ کا قیام بھی اس مبارک کام کو آگے بڑھانے کے لیے عمل میں لایا گیا ۔ بانی سلسلہؒ نے تصوف کو تمام عجمی الائشوں سے پاک کر کے عین شریعت محمدی ﷺ کے مطابق کر دیا ۔ موجودہ شیخ سلسلہ عالیہ توحیدیہ جناب محمد یعقوب توحیدی بھی اسی مشن کی ترویج کے لیے کوشاں ہیں ۔

سلسلہ عالیہ توحیدیہ کی تاریخ میں سالانہ اجتماع کو بہت اہمیت حاصل ہے ۔ سلسلہ عالیہ توحیدیہ کا سالانہ روح پرور اجتماع 13,14 اپریل بروز جمعۃ المبارک اور ہفتہ، مرکز تعمیر ملت گوجرانوالہ میں شیخ سلسلہ جناب محمد یعقوب توحیدی مدظلہ کی زیرِ صدارت منعقد ہوا ۔

قارئین کرام ہر تنظیم کے کچھ خاص مقاصد ہوتے ہیں جن کے پیش نظر وہ ایسے اجتماعات ضرور منعقد کرتی ہیں، لیکن فائدہ صرف انہی جماعتوں کو پہنچتا ہے جس کے ارکان ایسے اجتماعات میں منظور ہونے والی تجاویز پر جوش، استقلال اور خلوص سے عمل کرتی ہیں ۔

سالانہ اجتماع 2018 میں شرکت کے لیے بھائیوں کی آمد مرکز تعمیر ملت پر جمعرات کو ہی شروع ہو گئی تھی ، دور نزدیک کے کچھ حلقہ جات جیسے گکھڑ، نوکھر، گوجرانوالہ اور ملتان کے کچھ بھائی جمعرات کو ہی مرکز تشریف لے آئے تھے ۔

خطبہ جمعہ اور نماز جمعہ کے بعد بھائیوں نے آرام کیا۔ جمعہ کی نماز ملتان کے بہت ہی پیارے بھائی جناب حافظ عبدالکریم صاحب نے پڑھائی۔

سلسلہ عالیہ توحیدیہ کے سالانہ اجتماع کا باقاعدہ آغاز نماز عصر کی باجماعت ادائیگی کے بعد ہوا۔ گوجرانوالہ کے بھائی اور مدیر مجلّہ فلاح آدمیت جناب پروفیسر احمد رضا خان اسٹیج سیکرٹری کے فرائض انجام دے رہے تھے۔ پروگرام کا آغاز حسب روایت تلاوت قرآن حکیم سے ہوا۔ تلاوت کلام پاک کی سعادت راولپنڈی کے بھائی جناب عزیز عارف صاحب کے حصے میں آئی۔ تلاوت کلام پاک کے بعد بارگاہ رسالت میں نزرانہ عقیدت پیش کرنے کے لیے ڈسکہ کے پرانے بھائی جناب عبدالرشید ساہی صاحب کو دعوت دی گئی جنہوں نے اپنے مخصوص اور پیار بھرے انداز میں نعت رسول مقبول ﷺ پیش کی۔

گوجرانوالہ کے سینئر بھائی جناب شفیق احمد صاحب نے گوجرانوالہ کے بھائیوں کی طرف سے خطبہ استقبالیہ پیش کیا اور آنے والے مہمان بھائیوں کو خوش آمدید کہا جو اپنی گوناگوں مصروفیات ترک کر کے محض اللہ کی رضا کے لیے اجتماع میں شریک ہوئے۔ خطبہ استقبالیہ کے بعد شرینی تقسیم ہوئی۔ بانی سلسلہ کی پسندیدہ مٹھائی، امرتی جسے آپ حور کے کنگن کہا کرتے تھے، پیش کی گئی۔

بھائیوں کے اظہار خیال کا سلسلہ شروع ہوا تو سب سے پہلے پروفیسر شبیر شاہد صاحب آف چوک اعظم نے ''میں توحیدی کیسے بنا'' کے عنوان سے اپنی روداد سنائی کہ میں کیسے سلسلہ عالیہ توحیدیہ میں شامل ہوا اور سلسلہ توحیدیہ میں شامل ہونے کے بعد میری شخصیت میں کیا تبدیلیاں آئیں۔

ہمارے سویڈن میں مقیم بھائی محترم جناب پروفیسر ڈاکٹر رحمت اللہ شاہ صاحب نے (ہم کہاں ہیں اور کیا نہیں ہیں) کے عنوان کے تحت بھرپور اور مدلل گفتگو فرمائی۔ اپنی گفتگو میں انہوں نے سلسلہ عالیہ توحیدیہ کے اغراض و مقاصد اور اہداف کو بہت خوبصورت انداز میں بیان

فرمایا۔گفتگو کا یہ سلسلہ چلتا رہا یہاں تک کہ نمازِ مغرب کا وقت ہو گیا۔نمازِ مغرب ادا کرنے کے بعد اجتماعی حلقہ ذکر ہوا۔جناب منظور قادر بھٹہ صاحب نے حلقہ ذکر کرایا،قبلہ محمد یعقوب توحیدی نے خصوصی دعا فرمائی۔برادران سلسلہ نے نمازِ عشا کے بعد طعام و آرام کیا۔

اجتماع کے دوسرے دن بروز ہفتہ نمازِ فجر کی ادائیگی کے بعد ایصالِ ثواب کے لیے اجتماعی ختمِ قرآن پاک کا اہتمام کیا گیا۔ختم شریف کے بعد شیخ سلسلہ قبلہ بابا جان نے دعا فرمائی۔

بروز ہفتہ تقریباً چھ بجے مجلس مشاورت منعقد کی گئی جس میں تمام خادمانِ حلقہ اور مجازین کرام نے شرکت کی۔مجلس مشاورت میں مختلف انتظامی امور کا جائزہ لیا گیا۔مجلس مشاورت تقریباً ۳ گھنٹے جاری رہی۔

سلسلہ عالیہ توحیدیہ کے سالانہ اجتماع کے دوسرے دن کے دوسرے اجلاس کی کارروائی کا آغاز دن ساڑھے دس بجے ہوا۔حافظ عبدالکریم صاحب نے تلاوت قرآن پاک فرمائی۔اظہارِ خیال کے سلسلے میں راولپنڈی کے بزرگ بھائی جناب پیر خان توحیدی نے ''کوئی تو ہے جو نظامِ ہستی چلا رہا ہے'' کے عنوان سے گفتگو فرمائی۔انہوں نے اپنے مقالے میں اس بات پر زور دیا کہ اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات کی معرفت کے حصول کے لیے مشاہدہ کائنات ناگزیر ہے۔

فقر قرآں اختلاط ذکر و فکر

عقل را کامل نہ دیدن تزبذ کر

سابقہ ایڈیٹر مجلّہ فلاح آدمیت جناب عبدالقیوم ہاشمی نے ''اسلامی معاشرے کا ارتقاء کس طرح ممکن ہوسکتا ہے'' کے عنوان کے تحت اظہارِ خیال فرمایا۔سید امین شاہ صاحب نے سنت رسول ﷺ کی اہمیت و فضیلت پر سیر حاصل گفتگو فرمائی۔جناب صاحبزادہ محمد بن یعقوب توحیدی نے تلاوت قرآن پاک فرمائی اور محنت میں عظمت کے عنوان پر اظہار خیال فرمایا۔

غلام مرتضیٰ صاحب نے ہمارے عقائد اور حضرت کریم الدین احمدؒ کے ارشادات کے حوالے سے مقالہ پیش کیا۔محمد نذیر توحیدی نے لمحہ فکریہ کے عنوان پر تقریر کی۔اظہارِ خیال کا

یہ سلسلہ جاری رہا یہاں تک کہ نمازظہر کا وقت ہو گیا۔نمازظہر کی ادائیگی کے بعد وقفہ طعام اور پھر توحیدی بھائیوں کے آرام کے لیے نمازعصر تک وقفہ دیا گیا۔

اجتماع کے دوسرے روز کے دوسرے اجلاس کا آغاز نمازعصر کے ساتھ ہو گیا۔ دوسرے دن کا یہ اجلاس اس حوالے سے بھی بہت اہمیت کا حامل اور خصوصیت اختیار کر جاتا ہے کہ اس اجلاس میں شیخ سلسلہ عالیہ توحیدیہ توحیدی بھائیوں سے سالانہ خطاب فرماتے ہیں۔اس اجلاس کا آغاز تلاوت قرآن پاک سے ہوا۔تلاوت کی سعادت حافظ عبدالکریم صاحب نے حاصل کی جب کہ نعت رسول مقبول ﷺ کی سعادت بھائی جان احمد رضا خان کے شاگرد کے نام آئی۔عبدالرشید ساہی صاحب نے ''تصور خودی اور روح'' کے عنوان پر سیر حاصل گفتگو فرمائی۔ جناب خالد مسعود صاحب آف اسلام آباد نے سلسلہ کی تعلیم وترویج کے حوالے سے گفتگو فرمائی۔ چوہدری محمد حسین صاحب اور عزیز عارف صاحب نے بھائیوں سے رابطہ کی اہمیت وضرورت کے عنوان پر بات چیت کی۔طارق محمود خضری نے معراج شریف کے حوالے سے سفر معراج پر اظہار خیال کیا اور حضور نبی کریم ﷺ کے سفر معراج کو اشعار کے ذریعے بیان کیا۔فیصل خان صاحب نے ''جماعت کی اہمیت'' کو بڑے خوبصورت انداز سے اپنی گفتگو کا موضوع بنایا۔انہوں نے کہا کہ فرد تنہا کچھ حیثیت نہیں رکھتا بلکہ اس کی اہمیت جماعت کی وجہ سے ہی ہوتی ہے۔

فرد قائم ربط ملت سے ہے تنہا کچھ نہیں
موج ہے دریا میں اور بیرون دریا کچھ نہیں

اس کے بعد شیخ سلسلہ عالیہ توحیدیہ قبلہ جناب محمد یعقوب توحیدی نے زاد راہ کے عنوان سے اپنا سالانہ خطبہ ارشاد فرمایا۔اپنے خطبے کے آغاز میں آپ نے اللہ تعالیٰ کا شکر یہ ادا کیا جس کی توفیق سے ہم سب ایک بار پھر اکٹھے ہوئے اور ایک دوسرے کے تجربات اور علم سے فائدہ اٹھانے کا موقع ملا۔آپ نے اپنے خطبہ میں توحیدی بھائیوں کے سامنے اسلام کے بنیادی ارکان کی اہمیت واضح فرماتے ہوئے کہا کہ یہ دین کی بنیاد ہیں۔اس پر دین کی عمارت کھڑی ہوتی ہے۔

ارکان اسلام دین کے ستون ہیں، ان کے بغیر دین کی عمارت کھڑی نہیں کی جاسکتی۔اس لیے ان پر سختی سے پابندی ضروری ہے۔اس کے بعد اگر کوئی اعلیٰ مراتب کا خواہش مند ہے تو اس کے لیے الگ سے سلیبس ہے۔جو کہ اللہ کے مقربین اور درجہ احسان پر فائز لوگوں کا ہے۔

حسب معمول نماز مغرب کے بعد حلقہ ذکر ہوا اور حلقہ ذکر کے بعد طالب بھائیوں کے لیے نشست بیعت منعقد ہوئی ۔طالب بھائی اپنے اپنے خادمان حلقہ کے ہمراہ بابا جان کے پاس آئے اور توحیدیہ سلوک طے کرنے اور اللہ کی محبت و معرفت کے حصول کے لیے شیخ سلسلہ کے ہاتھ پر بیعت کی۔

نماز عشاء کے بعد عشائیہ پیش کیا گیا اور تقریبا 11 بجے شب محفل سماع کا آغاز ہوا۔شیخ سلسلہ جناب محمد یعقوب توحیدی سٹیج پر جلوہ افروز ہوئے جبکہ ان کے دائیں طرف جناب خالد محمود بخاری اور بائیں طرف جناب خالد مسعود صاحب تشریف فرما ہوئے۔رفاقت علی قوال و ہمنوا نے محفل سماع میں اپنے فن کا بہترین مظاہرہ کیا اور اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ کی محبت سے لبریز کلام پیش کیے۔

مجلّہ فلاح آدمیت کے قارئین کے گوش گزار کرتے چلیں کہ اگر چہ بانی سلسلہ قبلہ خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ نے سال میں ایک دو بار سماع سننے کی اجازت دی ہے لیکن سلسلہ توحیدیہ میں قوالی کو اس رنگ سے ہرگز نہیں لیا جاتا جیسا کہ عوام کی محافل میں ہوتا ہے یا عام طور پر درباروں اور خانقاہوں پر ہوتا ہے۔اس سلسلے میں آپ کی ہدایات بہت واضح ہیں کہ قوال با ذوق اور پڑھے لکھے ہوں اور باوضو ہو کر بیٹھیں۔سننے والے بھی سبھی باوضو ہو کر بیٹھیں۔اور یہ بند چار دیواری میں ہو نہ کہ کسی کھلی یا عوامی جگہ پر۔

کلام کے انتخاب میں بھی بانی سلسلہؒ نے واضح ہدایات دے رکھی ہیں کہ اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ کی محبت والے کلام سنیں جسے سن کر دلوں میں اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ کی محبت ٹھاٹھیں مارنے لگے۔شرکیہ کلام یا ایسی منقبت جس میں انبیاء کرام یا اولیاء کرام کو اللہ کے مقابل

کھڑا کر دیا جائے یا مبالغہ آرائی سے کام لیا جائے اس کی ہرگز اجازت نہیں ہے۔

بات محفل سماع کی ہو رہی تھی تو تقریباً رات دو بجے محفل سماع میں وقفہ ہوا اور نصف گھنٹے کے بعد دوبارہ محفل سماع کا آغاز ہوا۔ وقفے کے بعد بابا جان کے بائیں طرف پیر خان توحیدی تشریف فرما تھے۔ محفل سماع ساڑھے تین بجے تک جاری رہی۔ محفل سماع کے دوران توحیدی بھائیوں نے کمال نظم وضبط اور محبت کا مظاہرہ کیا۔

محفل سماع کے بعد ترانہ توحیدیہ پڑھا گیا جس کے بعد شیخ سلسلہ قبلہ بابا جان نے خصوصی دعا فرمائی جس میں تمام حاضرین، مریدین سلسلہ اور ملک وقوم کے ساتھ ساتھ امت مسلمہ کی ترقی اور نشاط ثانیہ کے لیے دعائیں فرمائیں۔ نماز فجر ادا کرنے کے بعد توحیدی بھائیوں نے ناشتہ کیا اور شیخ سلسلہ سے الوداعی ملاقات کرنے کے بعد اپنے دلوں میں اللہ اور اسکے رسول کی محبت بسائے اور اللہ کی مخلوق کی خدمت کا جذبہ لیے اپنی اپنی منزل کی طرف رواں دواں ہو گئے۔ یوں سلسلہ عالیہ توحیدیہ کا یہ خوبصورت اور روح پرور اجتماع اپنے اختتام کو پہنچا۔

سالانہ کنونشن 2018 کے انتظامات کی ذمہ داری محمد ریاض صاحب، پروفیسر احمد رضا خان اور ماجد محمود توحیدی کو سونپی گئی تھی جنھوں نے اپنی ذمہ داریوں کو احسن طریقے سے نبھایا۔ ان کی معاونت کے لیے قرب وجوار کے حلقہ جات سے بھائیوں نے رضا کارانہ اپنی خدمات پیش کیں اور انتظامی کاموں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔

رمضان المبارک،ایک عظیم نعمت

(پروفیسر محمد شبیر شاہد ہوتوانی-چوک اعظم)

رمضان المبارک عنایات الٰہی کا مہینہ ہے، اس میں رحمت ومغفرت لٹائی جاتی ہے، اس کا ایک ایک لمحہ ہزاروں برس کی زندگی اور طاعت وعبادت سے بھاری اور قیمتی ہے،اس میں اجر وثواب کے پیمانے ستر گنا بڑھ جاتے ہیں،اس میں خیر کے طلب گاروں کی حوصلہ افزائی کی جاتی ہے اور شر کے متلاشیوں کا راستہ روکا جاتا ہے۔اس لئے ضرورت ہے کہ اس کی بھرپور قدر دانی کی جائے ،اس میں تمام تر مصروفیات کو مختصر کر کے رحمت ومغفرت الٰہی کو سمیٹا جائے۔ ہم اور آپ اس مبارک مہینے کی حقیقت اور اس کی قدر کیسے جان سکتے ہیں، کیونکہ ہم لوگ دن رات دنیاوی کاروبار میں الجھے ہوئے ہیں، دنیا کی دوڑ دھوپ، مادّیت کے گرداب میں پھنسے ہوئے ہیں۔ہم کیا جانیں رمضان کیا چیز ہے اس کی برکتیں کیسی ہیں؟ اللہ تعالیٰ جن کو اپنے فضل سے نوازتے ہیں اور اس مبارک مہینے میں اللہ کی طرف سے انوار وبرکات کا جو سیلاب آتا ہے اس کو پہچانتے ہیں اور اس کی قدر بھی کرتے ہیں۔

جب حضور نبی کریم ﷺ رجب المرجب کا چاند دیکھتے تو دُعا فرمایا کرتے تھے:

ترجمه : ''اے اللہ! ہمارے لئے رجب اور شعبان کے مہینوں میں برکت عطا فرما اور ہمیں رمضان کے مہینے تک پہنچا دیجئے۔''

اب اندازہ لگائیں کہ رمضان آنے سے دو ماہ قبل رمضان کا انتظار اور اشتیاق شروع ہو گیا اور اسکے حاصل ہو جانے کی دُعا کر رہے ہیں کہ اللہ تعالیٰ یہ مہینہ نصیب فرما دے۔

رمضان المبارک کے معمولات ومشاغل پورے سال کی زندگی پر اثر انداز ہوتے ہیں جو شخص رمضان المبارک میں سدھر گیا وہ پورے سال سدھرا رہے گا اور جو اس مہینے بھی غلط روّی

سے باز نہ آیا اس کو آئندہ بھی توفیق نہیں ہوگی۔دراصل رمضان کا موسم کسی فرد یا قوم کی سعادت یا شقاوت کیلئے فیصلہ کن ہوتا ہے۔اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ہم تمہیں رحمت کا ایک خاص مہینہ عطاء کرتے ہیں، اس ایک مہینہ میں تم ہمارے پاس آجاؤ تاکہ گیارہ مہینوں کے دوران تمہاری روحانیت میں جو کمی واقع ہوگئی ہے، اس مبارک مہینہ میں اس کو دُور کر لواور اس مقصد کیلئے ہم تمہیں یہ ہدایت کا مہینہ عطاء کرتے ہیں کہ تمہارے دلوں پر جو زنگ لگ گیا ہے اس کو دور کر لو اور ہم سے جو دور چلے گئے ہو اب قریب آجاؤ۔اور جو غفلت تمہارے اندر پیدا ہوگئی ہے اس کو دور کر کے اپنے دلوں کو ذکر سے آباد کرلو۔جتنا ہو سکے اللہ کا قرب حاصل کیا جائے ،خصوصاً تلاوت قرآن مجید، درود شریف ،استغفار، نوافل، دعاؤں ،صدقات اور ذکر اللہ کی کثرت کریں۔ گناہوں سے بچنے کا اہتمام کریں۔حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جس نے رمضان شریف کا ایک روزہ بغیر عذر(بیماری) کے چھوڑا تو عمر بھر روزے رکھے رہنے سے بھی وہ قضاء(کمی پوری) نہیں ہو سکتی یعنی اگر وہ ساری عمر بھی روزے رکھتا رہے تب بھی اس کی تلافی نہیں ہو سکتی۔اس دن کا ثواب بعد میں ہزار دن روزہ رکھنے سے بھی نہیں ملے گا۔یہ روزہ نفس امارہ کی اصلاح کیلئے تریاق اور شیطان کے حملوں سے بچنے کیلئے ڈھال ہے۔روزہ تقویٰ کی سیڑھی ہے یعنی روزہ کا مقصد تقویٰ کی شمع کو روشن کرنا ہے۔رمضان کے پورے مہینے کے روزے(مع دیگر لوازم کے) دراصل حصول ولایت کا نصاب ہے۔جو شخص اس نصاب پر پوری طرح حاوی ہوجائے وہ ’’لعلکم تتقون ‘‘کے مطابق ولایت وتقویٰ کا کورس مکمل کر لیتا ہے۔صبر واستقامت اور ضبط نفس کی مشق کیلئے یہ مہینہ بہت موزوں ہے، کسی شخص کی جانب سے آپ کے ساتھ زیادتی ہوتو عفوو درگزر کیجئے ،کوئی ایذاء پہنچانے کی کوشش کرے تو انتقام کی فکر نہ کیجئے ،کوئی بدکلامی سے پیش آئے تو اسے پی جایئے اور جواب میں تلخی و ناگواری کا مظاہرہ کرنے سے گریز کیجئے۔حق تعالیٰ اس ماہ رمضان کو ہمارے لئے خیر وسعادت کا موجب بنائیں۔

کوئی تو ہے جو نظامِ ہستی چلا رہا ہے، وہی خُدا ہے!

(پیر خان توحیدیؔ)

ماہر فلکیات کی آفاقی تشریحات سے ثابت ہوا ہے کہ اس کائنات کی عمر 13.73 کھرب سال ہے۔ اس کا ظاہری قطر 93 کھرب نوری سال ہے، یہ وہ حصہ ہے جسے دیکھا جا سکتا ہے۔ اس کے علاوہ اس کائنات میں اور کیا کچھ ہے اور کتنا ہے اس کا علم اللہ تبارک وتعالیٰ ہی کو معلوم ہے۔ قرآن کی ابتدائی سورہ جو الحمد اللہ ربّ العالمین سے شروع ہوئی ہے جس کے معنی ہیں کہ سب تعریفیں اُس ذات کو لائق ہیں جو سارے عالموں کا ربّ ہے۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ اس کائنات میں اک یہی عالم نہیں جس میں ہم رہتے، بستے ہیں اور اس کے نظام شمسی و قمری، برق و باراں اور زمین کی لاکھوں کروڑوں مخلوقات کا مشاہدہ کرتے ہیں بلکہ اس جیسے ہزاروں لاکھوں دوسرے عالم بھی موجود ہیں جو اس عالم کی فضاء سے باہر کی خلاء میں پائے جاتے ہیں۔ اسلام کے مشہور فلاسفر امام رازیؒ نے آٹھ سو سال قبل اپنے دلائل سے ثابت کیا تھا کہ اس عالم آب و گل سے باہر ایک لامتناہی خلا کا وجود موجود ہے۔ حضرت ابو سعید خدریؓ سے منقول ہے کہ عالم چالیس ہزار ہیں جبکہ حضرت مقاتلؒ امام تفسیر سے منقول ہے کہ عالم اسی ہزار ہیں خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ بانی سلسلہ عالیہ توحیدیہ نے ان عوالم کے بارے میں بڑی وضاحت کے ساتھ تعمیر ملت میں ایک پورا باب لکھا ہے جن کا خواجہ صاحب نے اپنی روحانی سیر کے دوران مشاہدہ کیا۔ ان سب مشاہدات، فلاسفہ، سائنس دانوں اور ماہر فلکیات کے تجربات سے ثابت ہوتا ہے کہ اس کائنات میں ہمارے عالم کے علاوہ اور کئی عوالم موجود ہیں دھیان اس طرف

جاتا ہے کہ اتنی بڑی کائنات کا انتظام و انصرام کیسے چل رہا ہے جبکہ ایک معمولی سی مشین بھی کسی ظاہری قوت کے بغیر نہیں چل سکتی تو پھر اتنی بڑی کائنات کے چلانے والا کون ہے تو دل پکار کر کہتا ہے: کوئی تو ہے جو نظامِ ہستی چلا رہا ہے، وہی خدا ہے!

قرآن کے اس مختصر جملے کے ساتھ اب ذرا اس عالم اور اس کی کائنات پر نظر دوڑایئے اور بچشم بصیرت دیکھئے کہ کتنا مضبوط اور مستحکم محیر العقول نظام بنا ہے۔ افلاک سے لیکر عناصر تک سیارات و نجوم سے لیکر ذرات تک ہر چیز اس سلسلہ نظام میں بندھی ہوئی ہے اور حکمت بالغہ کے تحت ہر چیز اپنے کام میں مصروف ہے۔ ایک لقمہ جو انسان کے منہ تک پہنچتا ہے اگر اس کی پوری حقیقت پر غور کریں تو معلوم ہوتا ہے کہ اس کی تیاری میں آسمان اور زمین کی تمام قوتیں اور لاکھوں انسانوں اور جانوروں کی محنتیں شامل ہیں۔ سارے عالم کی قوتیں مہینوں مصروف خدمت رہیں، تب یہ لقمہ تیار ہوا یہ سب کچھ اس لیے کہ انسان اس میں غور و فکر کرے اور سمجھے کہ آسمان سے لیکر زمین تک تمام مخلوقات اس کی خدمت میں مصروف عمل ہے اور جو ہستی مخدوم کائنات بنی ہے وہ بھی بے کار اور بیہودہ نہیں ہوسکتی اس کا بھی یقیناً کوئی کام ہوگا۔ اور وہ کام کیا ہے کہ وہ مان جائے اور کہے کہ کوئی تو ہے جو نظامِ ہستی چلا رہا ہے وہی خدا ہے۔

ذرا اس زمین اور اس کی ساخت پر نظر دوڑائیں کہ اس میں بے شمار قسم کی نباتات، اشجار و باغات ہی کو دیکھو کہ ان کے اقسام و انواع رنگ و بو ایک ایک پتہ کی تخلیق میں کمال کا حسن جھلکتا ہے اور ہر ایک کے خواص و آثار میں اختلاف کی ہزاروں قسمیں موجود ہیں اور زمین کی ساخت کو دیکھیں تو معلوم ہوتا ہے کہ اسے ایسا قوام ملا ہے کہ نہ تو پانی کی طرح سیال ہے اور نہ ہی روئی اور کیچڑ کی طرح دبنے والی۔ اگر یہ ایسی ہوتی تو اس پر کسی انسان کا رہنا ٹھہرنا ممکن نہ ہوتا اور نہ ہی زمین کو لوہے اور پتھر کی طرح سخت بنایا۔ اگر ایسا ہوتا تو اس پر نہ کوئی درخت اگتا اور نہ ہی کسی قسم کی کھیتی باڑی ہوتی اور نہ ہی اس پر کسی قسم کی تعمیرات کا کام ہوسکتا۔ یہ زمین ہی تو ہے جس پر

ہمیں فلک بوس پہاڑ اور لمبے لمبے دریا، لہلہاتے ہوئے کھیت قسم قسم کے جانور پرند چرند اور ہزاروں لاکھوں قسم کی دوسری مخلوقات چلتی پھرتی دوڑتی بھاگتی نظر آتی ہیں۔مختلف خطوں میں مختلف قبائل مختلف رنگ و زبان کا امتیاز۔اخلاق و عادات کا اختلاف وغیرہ آسمان کی طرف نظر دوڑائیں تو فضاء میں بے شمار چھوٹے بڑے پرندے اڑتے ہوئے نظر آتے ہیں جو کبھی اپنے پروں کو پھیلا کر اور کبھی سمیٹ کر کبھی اکیلے کبھی غول بنا کر تیرتے ہوئے نظر آتے ہیں کچھ ایسے بھی ہیں جو خوراک کی تلاش میں نقل مکانی کر کے ایک علاقے سے دوسرے علاقے میں آتے جاتے ہیں آخر وہ کونسی طاقت ہے جس نے زمین کی ایسی ساخت بنائی لمبے لمبے دریاؤں کو راستہ دیا اور پہاڑوں کو ایک ہی جگہ پر لاکھوں کروڑوں سالوں سے ایستادہ کر دیا۔ تو کہنا پڑے گا کوئی تو ہے جو نظامِ ہستی چلا رہا ہے وہی خدا ہے۔

اب ذرا اپنے اوپر آسمان کو دیکھیں جس پر انگنت ستاروں سیاروں کہکشاؤں سورج اور چاند کی حرکت، طلوع اور غروب میں ان کی گردش کے ساتھ دکھائی دیتے ہیں۔چاند کو دیکھو کہ وہ کس طرح اپنی منزلیں طے کرتا ہوا اپنے آخری دور میں پتلا ہوتا ہوا کھجور کی سوکھی خمدار ٹہنی کی طرح نمودار ہوتا ہے نہ سورج چاند کو اس کے ظہور سے روک سکتا ہے اور نہ ہی چاند سورج کے نور میں دخل اندازی کر سکتا ہے۔یہ دونوں بغیر کسی تصادم کے کروڑوں سالوں سے اپنے اپنے محور میں گھومتے اور چکر لگا رہے ہیں۔

سورج جو ہر روز مشرقی افق سے طلوع ہو کر مغربی افق میں غروب ہو جاتا ہے اور یہ سلسلہ کروڑوں سالوں سے چلا آ رہا ہے لیکن اس کے طلوع اور غروب میں ایک سیکنڈ کا فرق بھی نہیں پڑتا اور نہ ہی اس کی آب و تاب میں کچھ کمی ہوئی ہے اگر یہ آج کے دن چھ بجے مشرق سے طلوع ہو کر سات بجے مغرب میں غروب ہوتا ہے تو ایک سال کے بعد عین اس وقت طلوع اور غروب ہو گا آخر وہ کونسی طاقت ہے جو اس کائناتی نظام کو کروڑوں سالوں سے چلا رہی ہے

تو کہنا پڑے گا کوئی تو ہے جو نظامِ ہستی چلا رہا ہے وہی خدا ہے۔

آسمان زمین اور فضاء کے ذکر کو چھوڑ کر انسان کی اپنی ذات پر غور کریں اس کے وجود جسم اور دوسرے جوارح میں حکمت کا دفتر نظر آتا ہے اور سارے عالم میں جو کچھ نظر آتا ہے وہ سب گویا سمٹ کر اس کے نفس کے اندر جلوہ گر ہوگیا ہے۔ اسی لئے انسانی وجود کو عالم اصغر یعنی چھوٹا عالم کہا جاتا ہے۔ انسان اگر اپنی پیدائش سے لیکر موت تک پیش آنے والے حالات میں غور کرے کہ کس طرح ایک انسانی نطفہ دنیا کے مختلف خطوں کی غذاؤں اور بکھرے ہوئے اجزاء کا خلاصہ بن کر رحم مادر میں قرار پاتا ہے پھر کس طرح نطفہ سے ایک منجمد خون علقہ بنتا ہے پھر علقہ سے مضغہ بنتا ہے پھر کس طرح اس میں ہڈیاں بنا کر ان پر گوشت چڑھایا جاتا ہے پھر کس طرح مکمل انسان کی صورت میں لایا جاتا ہے۔ لیکن اس نطفہ پر ماں کے پیٹ میں کیا کیا دور گزرتے ہیں کیا کیا تغیرات آتے ہیں اس کے وجود میں کیسی کیسی نازک مشینیں غذا حاصل کرنے خون بنانے روح پیدا کرنے کے لئے نصب کیں۔ دیکھنے، سننے، بولنے، چکھنے، سوچنے اور سمجھنے کی قوتیں پیدا کیں۔ نہ باپ کو خبر ہے نہ ماں کو جس کے پیٹ میں یہ سب کچھ ہوتا رہا اور اس طرح ہر روز ایک ہی نہیں لاکھوں کروڑوں انسان دنیا میں پیدا ہوتے ہیں اور یہ سلسلہ روز اول سے چلا آرہا ہے تو پھر عقل اگر دنیا میں کوئی چیز ہے تو کیوں نہیں کہتی کوئی تو ہے جو نظامِ ہستی چلا رہا ہے وہی خدا ہے۔

اب ذرا ان کی صورتوں اور شکلوں کو دیکھیں کہ کس طرح ان کی شکلیں اور صورتیں مختلف بنائی گئی ہیں کہ اربوں کھربوں انسانوں میں ایک چہرہ دوسرے چہرے سے بالکل مختلف اور ممتاز نظر آتا ہے۔ یہ انسانی چہرہ جو چھ سات انچ سے زیادہ نہیں ایک ہی طرح کا ہونے کے باوجود ایک صورت بالکل دوسری سے نہیں ملتی پھر ان کے طباع اور مزاجوں میں اختلاف بول چال رہن سہن میں اختلاف یہ ایک ایسی حیرت انگیز صنعت وصورت گری ہے کہ عقل حیران رہ جاتی ہے کہ شکل انسانی کو تمام کائنات ومخلوقات کی صورتوں سے زیادہ حسین اور بہتر بنایا ہے

کوئی انسان اپنی جماعت میں کتنا ہی بدشکل اور بدصورت سمجھا جاتا ہو لیکن باقی تمام حیوانات وغیرہ سے اشکال کے اعتبار سے وہ پھر بھی حسین اور خوبصورت ہے کیونکہ انسان کے تمام اعضاء ایک خاص مناسبت کے ساتھ بنے ہوئے ہیں اور ہر عضو کو اس کی مناسب جگہ دی ہوئی ہے۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو اعضائے انسانی کے فوائد باقی نہ رہتے۔ تخلیق انسانی سے ہٹ کر ذرا دوسری مخلوق کی طرف دیکھیں کہ مرغی کا بچہ اکیس دن کے پراسس سے گزر کر انڈے سے باہر آتا ہے، دوڑنا اور بھاگنا شروع کر دیتا ہے خوراک کی تلاش میں اپنی چونچ زمین پر مارتا ہے اور ماں کی آواز کو پہچانتا ہے جبکہ بطخ کا بچہ انڈے سے باہر آتے ہی بے خطر پانی کے تلاب میں چھلانگ لگا کر تیرنا شروع کر دیتا ہے۔ آخر وہ کونسی طاقت ہے جو ان ننھے ننھے چوزوں کو خوراک حاصل کرنے اور تیرنے کے گر بتاتی ہے اور انسانی شکلوں کو ایک دوسرے سے ممتاز کرتی ہے تو کہنا ہی پڑے گا۔ کوئی تو ہے جو نظام ہستی چلا رہا ہے وہی خدا ہے۔

یہ زمانہ سائنس کی معراج کا زمانہ کہلاتا ہے اور اس کی حیرت انگیز نئی نئی ایجادوں نے عقل کو حیران کر رکھا ہے لیکن انسانی مصنوعات اور ربانی تخلیقات کا کھلا ہوا فرق ہر دیکھنے والا دیکھتا ہے کہ انسانی مصنوعات میں بگاڑ اور سنوار کا سلسلہ ایک لازمی امر ہے۔ مشین کوئی کتنی ہی مضبوط اور مستحکم کیوں نہ ہو کچھ عرصے کے بعد اس کو مرمت کی یا کم از کم لبریکیشن کی ضرورت پڑتی ہے اور اُس وقت تک وہ مشین معطل رہتی ہے لیکن یہ کائناتی نظام نہ کسی مرمت کا محتاج ہے اور نہ ہی اس کی رفتار میں کوئی فرق آتا ہے۔ اس کائنات کی ہر چیز اپنی اپنی ڈیوٹی پر لگی ہوئی ہے اور اس میں رکھے ہوئے فوائد اور خواص سے انسانوں کو فائدہ پہنچ رہا ہے اس کائنات میں جو کچھ موجود ہے یا وجود میں آ رہا ہے یا آئندہ آنے والا ہے اس کی تخلیق اس کو باقی رکھنا پھر اس کو انسانوں کے مختلف کاموں میں لگا دینا یہ سب درحقیقت کسی طاقت اور قوت کا کرشمہ ہی تو ہے وہ طاقت کیا ہے؟ کوئی تو ہے جو نظام ہستی چلا رہا ہے وہی خدا ہے۔

تخلیقِ کائنات اور اس کے اسرار و رموز انسانی جستجو کا محور اور مرکز رہے ہیں اسی فکر میں سرگرداں انسان کا ہزاروں سال پہلے شروع ہونے والا اسفراب بھی رواں دواں ہے اس بے حد وسیع و عریض کائنات کے نظام اجسام اور اشیاء میں غور و فکر کسی برتر اور عظیم ہستی کی موجودگی کا یقین دلاتا ہے انسان کی تخلیق زمین و آسمان ہوا اور بارش سمندروں میں کشتیوں کی روانی فضاء میں پرندوں کی پرواز، زبان اور رنگوں کا اختلاف جیسی بے شمار اشیاء غور و فکر کی دعوت دیتی ہیں جدید سائنسی تحقیقات کے ذریعے وہ فلکیاتی حقائق بھی سامنے آرہے ہیں جن کا چند سال قبل تصور بھی محال تھا کائناتی وسعت یا پھیلاؤ سے متعلق یہ تصورات تجرباتی طور پر صحیح ثابت ہو رہے ہیں کہ ہر کہکشاں دوسری کہکشاں سے ہٹتی جا رہی ہے اس طرح کائنات کی جسامت بڑھ رہی ہے، جس کا انکشاف 1948 میں کوہ پلو (امریکہ کی ایک بڑی دوربین) نے کیا۔ اس کے ذریعے یہ پتا بھی چلا تھا کہ کائنات مسلسل پھیل رہی ہے۔ زمین اور دوسرے سیاروں سے متعلق مختلف دور میں مختلف باتیں آتی رہی ہیں لیکن اب جدید تحقیق سے یہ بات ثابت ہوئی ہے کہ زمین سمیت ہمارے نظام شمسی کے تمام سیارے ایک کشش کے تحت مستقل کائنات کی وسعتوں میں تیر رہے ہیں ایسے کئی اور نظام شمسی بھی موجود ہیں لیکن کوئی ایک بھی اپنی حدود سے باہر نہیں نکل سکتا نہ زمین سورج میں گھس سکتی ہے اور نہ ہی چاند زمین سے ٹکرا سکتا ہے اسی طرح کئی دوسرے سیارے جو سورج سے بھی کئی گنا بڑے اور تیز رفتار ہوتے ہیں اپنے اپنے محور میں گردش کرتے رہتے ہیں اور آپس میں کوئی تصادم نہیں کرتے آخر وہ کونسی قوت ہے جو ان کو آپس میں تصادم کرنے سے روکتی اور بچاتی ہے تو کہنا پڑے گا کوئی تو ہے جو نظام ہستی چلا رہا ہے وہی خدا ہے۔

اب سائنسدانوں نے اس کائنات کے اندر ایک اور سیارے کا انکشاف کیا جس کا نام انہوں نے بلیک ہول رکھا ہے اس کے بارے میں معروف سائنس دان ائزک نیوٹن نے بھی کچھ اشارے دیئے ہیں جدید سائنس بلیک ہول کے بارے میں بتاتی ہے کہ یہ سیاہ دائرے ہیں۔

ناسا کے مطابق جب کوئی ستارہ سورج سے 25 گنا زیادہ بڑا ہو جاتا ہے تو ستارے کا بیرونی حصہ اندرونی کور کے مسلسل پھیلنے کے باعث بیرونی حصے سے ٹکراؤ کا باعث بنتا ہے جس کے نتیجہ میں ایک بھیانک دھماکے کے بعد اس ستارے کی موت ہو جاتی جسے سپر نور کہتے ہیں اور پھر ایک بڑا خلا پیدا ہوتا ہے جسے بلیک ہول کہتے ہیں اس عمل سے ستاروں کی تشکیل بھی ہوتی ہے سائنس دان ابھی یہ بات یقین سے نہیں کہہ سکتے کہ بلیک ہول کیسے وجود میں آتے ہیں؟ لیکن عموماً یہ خیال کیا جاتا ہے کہ یہ مردہ ستاروں کا ٹھنڈا مواد ہے۔ لیکن یہ اتنا کثیف ہے کہ روشنی تک اس کی کشش ثقل سے بچ نہیں سکتی مزید تحقیق کے لئے امریکی خلائی ادارے ناسا کی جانب سے نوسٹار نامی ایک دوربین خلا میں بھیجی گئی ہے۔ لیکن سوچنے کی بات یہ ہے کہ ان خطرناک بلیک ہولز سے کونسی طاقت ہے جو دوسری خلائی چیزوں کو بچاتی ہے تو کہنا پڑے گا، کوئی تو ہے جو نظامِ ہستی چلا رہا ہے وہی خدا ہے۔

کچھ لوگ یہ نظریہ بھی رکھتے ہیں کہ اس کائنات کو پیدا کرنے والی کوئی نہیں یہ خود بخود بنی ہے اور خود بخود مٹ بھی جائے گی۔ ایسے لوگوں کی حالت اُس نادان بچے کی سی ہے جو کسی کارخانہ میں کسی مشین کو چلتے ہوئے دیکھتا ہے لیکن اس کو سمجھ نہیں آتی کہ مشین کی غرض و غائیت کیا ہے اور کس مقصد کے تحت چلتی ہے وہ سمجھتا ہے کہ لوہے کے چند ٹکڑوں کے ملنے سے خود بخود یہ مشین بن گئی ہے اس کی عقل اتنی پختہ نہیں کہ وہ اس مشین کے افعال اور ترتیب کو دیکھ کر قیاس کر سکے کہ اس کا بنانے والا ضرور کوئی حکیم ہونا چاہیئے جس نے ایسے اچھے انداز پر مشین بنائی جس کا کوئی پرزہ بھی بے کار، غیر موزوں، بے ضبط اور بے ضرورت نہیں ہے اور یہ کہ ایسی حکمت اور دانائی سے بنائی گئی ہے جو ہرگز بے مقصد اور عبث نہیں ہو سکتی۔ اگر مشین کے اس ناقص مشاہدے اور ناقص غور و فکر سے وہ نادان بچہ یہ نظریہ قائم کرے کہ کوئی حکمت اس کے بنانے میں صرف ہوئی ہے اور نہ ہی کوئی حکیمانہ مقصد اس کی صنعت میں پیشِ نظر ہے تو کیا کوئی عاقل آدمی یہ تسلیم کرے گا کہ اس بچے نے مشین کے بارے میں صحیح نظریہ قائم کیا ہے اگر یہ بات اس مشین کے بارے میں درست نہیں ہے

تو اس نظام کائنات کے بارے میں کیونکر درست ہوگی جس کا ایک ایک ذرہ اپنے بنانے والے کے علم ارادے حکمت اور بصیرت پر شہادت دے رہا ہے۔ جس کے متناسب نظام اور ضابطہ میں کہیں بھی کوئی فتور ہے اور نہ شک نظر آتا ہے۔ پھر کیوں نہ کہا جائے کہ کوئی تو ہے جو نظامِ ہستی چلا رہا ہے وہی خدا ہے۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا یہ کائنات جس کے اندر زمین و آسمان سورج چاند ستارے بلند و بالا پہاڑ، لمبے لمبے دریا، وسیع و عریض سمندر واقع ہیں اس سے بڑی بھی کوئی چیز ہے جواب ملتا ہے ہاں اس سے بڑی ANNAR THE HELLFIRE یعنی دوزخ جس کا ایندھن انسان اور پتھر ہیں۔ کیا اس سے بھی بڑی کوئی چیز ہے ہاں اس سے بڑی AL JANNAH THE HEAVAN الجنۃ جو بہت وسیع اور بہت خوبصورت ہے اور خطا کاروں کی بخشش اور معافی کی جگہ ہے اور یہ اللہ وحدہ لاشریک کو ایک ماننے والوں اور نیک عمل کرنے والوں کے لئے تیار کی گئی ہے کیا اس سے بھی بڑی کوئی چیز ہے ہاں اس سے بڑی العرش الرحمان اللہ تعالیٰ کا تخت (کرسی) جو آسمانوں اور زمینوں کی وسعتوں میں پھیلا ہوا ہے۔ کیا اس سے بھی بڑا کوئی ہے ہاں اس سے بڑا وہی ہے جو نظامِ ہستی چلا رہا ہے اور وہ ہے اللہ سبحانہ وتعالیٰ اللہ اکبر جس کے سامنے سب کچھ ہیچ ہے یہ شان و شوکت اور عظمتوں والا تخت بھی بس ایک نقطہ سا ہے تو پھر کیوں نہ سب مل کر کہیں کوئی تو ہے جو نظامِ ہستی چلا رہا ہے وہی خدا ہے

نظر بھی رکھے سماعتیں بھی وہ جان لیتا ہے نیتیں بھی جو خانہ لاشعور میں جگمگا رہا ہے وہی خدا ہے
تلاش اُس کو نہ کر بتوں میں وہ ہے بدلتی ہوئی رُتوں میں جو دن کو رات اور رات کو دن بنا رہا ہے
وہی خدا ہے۔ اللہ ہم سب کو غور و فکر کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

تصوّرخودی اورروحِ انسانی

(عبدالرشید ساہی)

خودی کیا ہے؟ خوداپنے اسرارو رموز سے واقفیت اوراپنی حقیقت سے آگاہی خودی کہلاتی ہے ۔اگرانسان اپنے آپ سے مکمل آگاہی حاصل کرےتو ذات حق کو بے پردہ دیکھ سکتا ہے ۔دیدارحق کے لیےشرط اول یہی ہے کہ وہ خوداپنی نظر سے پوشیدہ نہ ہو۔

ہرشخص کی زندگی روح کے تابع ہےاورروح اللہ کودیکھ چکی ہے جوبندہ اپنی روح سے واقف ہوجاتا ہےوہ اس دنیامیں بھی اللہ کودیکھ سکتا ہے۔

جوانسان اللہ تعالیٰ کودنیامیں نہیں پہچان سکا قیامت کےروز اندھا بن کے اٹھے گا وہ انسان اللہ تعالیٰ سےسوال کرے گا کہ میں دنیامیں تو آنکھوں والاتھا آج محشر میں مجھے اندھا کیوں کردیا گیا ۔اللہ کریم فرمائیں گےتو نے دنیا میں مجھےنہیں پہچانا آج میں نے تجھ کواپنی رحمت سے دورکردیا تاکہ تو مجھےنہ دیکھ سکے۔

روزمحشر انسان پراللہ تعالیٰ کا دیدار سب سے بڑا کرم وفضل ہوگا۔علامہ اقبال نشان دہی کرتے ہیں۔

یہ جنت مبارک رہےزاہدوں کو کہ میں آپ کا سامنا چاہتاہوں
بھری بزم میں راز کی بات کہہ دی بڑا بےادب ہوں سزا چاہتاہوں ۔

خودی کےنور سےاپنے آپ کوزندہ کر،اس کےبغیرتو مردہ ہےاورخودی کا نورروح ہے

روح کیاہے؟ارشادربانی ہے " الروح من امر ربی "روح اللہ کےحکم میں سے ہے

علامہ اقبال فرماتے ہیں

تیرا تن روح سے نا آشنا ہے عجب کیا ؟ آہ تیری نا رسا ہے
تن بے روح سے بیزار ہے حق خدائے زندہ، زندوں کا خدا ہے

اگر تو اپنی حقیقت سے آگاہ ہو جائے اور تیری خودی تجھ پر آشکارا ہو جائے تو تیری تمام تر بدبختی ختم ہو جائے اور پھر ہر برے کام سے تو خود ہی اجتناب کرنے لگے گا۔ اگر تو اپنی خودی کو محکم کرے تو پھر تو اس بزم جہاں کو بھی درہم برہم کر سکتا ہے۔ تو زندگی کے راز سے باخبر ہو جائے اور غیر اللہ سے بے خبر۔ علامہ اقبال فرماتے ہیں۔

خودی کیا ہے؟ راز درون حیات خودی کیا ہے؟ بیداری کائنات

عرفان خودی صرف اپنی ذات اور وجود باری تعالیٰ کا ہی یقین نہیں دلاتی بلکہ پوری کائنات سے متعلق حصول علم کا ذریعہ بھی ہے۔ عرفان خودی کے اندر خود شناسی بھی ہے اور جہاں شناسی بھی۔ حضرت علیؓ المرتضیٰ نے فرمایا ''من عرفا نفسه فقد عرفا ربه'' جس نے اپنے آپ کو پہچان لیا گویا کہ اس نے اپنے پرورد گار کو پہچان لیا۔ خودی کا زندہ و تابندہ ہونا لازمی ہے جب تک خودی زندہ و محکم نہیں ہوگی انسان محض بے جان لاشہ ہوگا۔ اس میں روح پھونکے بغیر نیابت الٰہی کے انسانی معراج تک پہنچنا محال ہے۔ علامہ اقبال فرماتے ہیں۔

خودی کے زور سے دنیا پہ چھا جا مقام رنگ و بو کا راز پا جا

علامہ اقبالؒ نے روحانیت کے دعویداروں کے ان اصولوں سے اختلاف کیا ہے جو حرکت عمل کی بجائے سکون و جمود کی راہ دکھاتے ہیں۔ چنانچہ وہ نام نہاد صوفیوں سے کہتے ہیں۔

یہ ذکر نیم شبی یہ مراقبے یہ سرور تیری خودی کے نگہبان نہیں تو کچھ بھی نہیں۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا ہے ''انسانوں میں سے ایسے بھی ہیں جو حیوانوں سے بھی بدتر ہیں۔ جو صرف کھاتے پیتے اور بچے پیدا کرتے ہیں'' یہ کام تو حیوان بھی کرتے ہیں۔

انسان چونکہ اشرف المخلوقات ہے، اللہ کی حسین ترین تخلیق ہے، خلیفۃ الارض ہے۔ اللہ نے اس کو اپنی صورت پر بنایا ہے۔ اس میں روح پھونکی ہے، پھر اسے فرشتوں سے سجدہ کرایا ہے۔ اس لیے اس کی ڈیوٹیاں بھی خصوصی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اس کو اپنی اور اپنے رسول ﷺ کی محبت کے لیے بنایا ہے۔ اس کے برعکس اگر انسان اللہ کی محبت کو چھوڑ کر دنیا کی محبت اور رہوا و ہوس کا شکار ہو جائے تو انسان دو جہاں میں نامراد ٹھہرتا ہے۔

علامہ اقبال فرماتے ہیں۔

صبحِ ازل یہ مجھ سے آ کر کہا جبرائیل نے ۔ جو عقل کا ہو غلام وہ دل نہ کر قبول

جس نے اپنے آپ کو نہ جانا تو وہ گویا دین کی حقیقت کو نہ سمجھ سکا۔ حضرت ابو علی شفیق بن ابراہیم بلخیؒ فرماتے ہیں اگر کوئی شخص دو سو سال تک زندہ رہتا ہے اور اس کو ان چار چیزوں کی معرفت حاصل نہیں ہوتی تو اس کو جہنم کی آگ سے کوئی نہیں بچا سکتا۔

(۱) اللہ کی معرفت ۲) اپنا عرفان ۳) اللہ کے امر و نواہی کی معرفت

۴) اللہ اور اپنے دشمن کی معرفت

جب تو حق تعالیٰ کے عشق میں اطاعت احکام خداوندی میں ثابت قدم ہو جائے گا تو پھر تجھے کون و مکاں اپنے اندر ہی نظر آئیں گے اور تو خود ان کو اپنی آنکھوں سے اپنے اندر دیکھے گا

علامہ فرماتے ہیں۔

جب عشق سکھاتا ہے آدابِ خود آگاہی ۔ کھلتے ہیں غلاموں پہ اسرارِ شہنشاہی

حضرت علی ہجویریؒ فرماتے ہیں دوسروں کا کہاں اور کب تک متلاشی رہے گا، جا اگر تلاش ہی کرنا ہے تو اپنے آپ کو تلاش کر۔ اگر تو اپنے آپ کو پانے میں کامیاب ہو گیا تو پھر اپنا نگہبان بھی ہو جاتا کیونکہ ہوائے نفس ہر روز 360 بار خدائی روپ میں جلوہ گر ہو کر بندے کو گمراہی کی طرف بلاتی ہے جو بندہ اپنی حقیقت سے بے خبر ہے وہ غیر کی حقیقت سے اور بھی بے خبر ہو گا۔

حضرت معین الدین چشتیؒ فرماتے ہیں۔

"تو حق کی تلاش میں کب تک در در کی ٹھوکریں کھائے گا اس کی تلاش سے پہلے تو خود کو تلاش کر اپنے آپ کو دیکھ، خود کو پہچان تو خود ہی مظہر ذات حق ہے، تیرے اندر ہی اس کا نور موجود ہے اس کو ڈھونڈنے کے لیے دربدر پھرنے کی ضرورت نہیں۔ اپنے اندر خود دیکھنے کی ضرورت ہے تو خود کو خاکی اور حقیر نہ سمجھ تو اس کے جمال کا آئینہ ہے۔

علامہ اقبال فرماتے ہیں۔

ترا جوہر ہے نوری پاک ہے تو — فروغ دیدہ افلاک ہے تو
تیرے صید زبوں فرشتہ و حور — کہ شاہین شاہ لولاک ہے تو

علامہ اقبال فرماتے ہیں قطرہ جب خودی کی بات سمجھ لیتا ہے تو اپنی بے مایہ ہستی کو گوہر بنالیتا ہے تو دنیا جہاں کے حالات و تغیرات کا مشاہدہ کرتا ہے لیکن کبھی اپنے اندر غور نہیں کرتا۔ اگر تجھے اپنی مخفی صلاحیتوں کا عرفان حاصل ہو جائے تو تو دنیا کی کایا پلٹ سکتا ہے۔ اور تجھے حیات جاویدانی عطا ہوتی۔ علامہ فرماتے ہیں۔

یہ پیام دے گئی ہے مجھے باد صبح گاہی — کہ خودی کے عارفوں کا ہے مقام بادشاہی
تری زندگی اسی سے تیری آبرو اسی سے — جو رہی خودی تو شاہی نہ رہی تو روسیاہی
خردمندوں سے کیا پوچھوں کہ میری ابتدا کیا ہے — کہ میں اس فکر میں رہتا ہوں کہ میری انتہا کیا ہے
خودی کو کر بلند اتنا کہ ہر تقدیر سے پہلے — خدا بندے سے خود پوچھے بتا تیری رضا کیا ہے

تو اپنی ہستی کے نقاب کو درمیان سے اٹھا دے تو پھر دیکھ کے تجھے کیا کیا جلوے نظر آئیں گے۔ وہی ذات حق تجھے اپنے اندر نظر آئے گی۔

روبرو اک خوبرو ہے، میں نہیں — اس کا جلوہ چار سو ہے، میں نہیں
درد میں دل میں جگر میں سوز میں — ان میں جو کچھ ہے وہ تو ہے، میں نہیں

حضرت بابا فرید شکر گنجؒ فرماتے ہیں۔
آدمیوں میں اچھا وہی ہے جو اپنے تئیں پہچانے جس شخص کو اپنی شناخت حاصل نہیں وہ حرص و ہوس میں مبتلا ہے درویش وہ ہے جو اپنے دل کے خزانے کی تلاش کرے۔ پس اگر اسے وہ موتی حاصل ہو جائے جسے محبت کہتے ہیں تو وہ شخص درویش صفت ہو جاتا ہے۔ محبوب الٰہی حضرت نظام الدین اولیاؒ فرماتے ہیں "عقل مند وہ ہے جو اپنے آپ پر تحقیق کرے کہ میں ازل سے کیا لایا تھا اور اب دنیا سے کیا لیے جاتا ہوں اور عاقبت میں مجھے کیا نعمت ملے گی۔ فرمایا جو شخص پہلے نفسی عارف ہوتا ہے بعد میں عارف باللہ ہو جاتا ہے اور خدائی سلطنت کا رازداں ہو جاتا ہے۔
علامہ اقبال فرماتے ہیں۔

دمِ عارف نسیمِ صبح دم ہے　　اسی سے ریشۂ معنی میں نم ہے
اگر کوئی شعیب آئے میسر　　شبانی سے کلیمی دو قدم ہے

جناب محمد پیر شاہ صاحب فرماتے ہیں جس نے خود کو پہچان لیا وہ حق سے واصل ہو گیا اور جس کو خودشناسی حاصل نہیں ہوئی وہ چاہے ہفت اقلیم کا بادشاہ ہو یا صاحب کرامت ہو تو بھی مرتبۂ ہستی میں تباہ ہے۔
حضرت لطیف بھٹائیؒ فرماتے ہیں۔

خودشناسی خداشناسی ہے　　ورنہ ہستی صنم تراشی ہے

حضرت شاہ حسین المعروف مادھو لال حسین انسان کو اپنے آپ کو پہچاننے کی تلقین کرتے ہوئے فرماتے ہیں "اے انسان اگر تو نے اپنے آپ کو پہچان لیا تو تیرے لیے حق تعالیٰ کی پہچان آسان ہو جائے گی۔

بندے! آپ نوں پہچان ، جے تئیں اپنا آپ پچھاتا ، سائیں ملن آسان

حضرت بلھے شاہ خود کو پہچاننے کے لیے اپنے اندر جھانکنے اور دیکھنے کی تلقین کرتے ہیں

ایہہ تلکن بازی ویہڑا اے وڑ اندر ویکھو کیہڑا اے
کھمّ کھمّ کے ٹرو اندھیرا اے کیوں خلقت باہر ڈھونڈدی اے
جس پایا بھیت قلندر دا راہ کھوجیا اپنے اندر دا

چار سو میں نورِ حقیقی کا ہی ظہور ہے اور وہ محبوب ہر وقت تیرے پاس ہے رگ و جاں سے بھی قریب ہے

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ فرماتے ہیں "اگر انسان اپنے آپ سے مکمل آگاہی حاصل کرے وہ ذات حق کو بے پردہ دیکھ سکتا ہے۔ شرط اول یہی ہے کہ انسان خود اپنی نظر سے پوشیدہ نہ ہو۔

علامہ اقبالؒ فرماتے ہیں خود آگاہی سے ید اللّٰہی حاصل ہوتی ہے اور ید اللّٰہی سے شہنشاہی ۔انسان اللہ تعالیٰ کی امانت کا امین ہے اسے غافل نہیں ہونا چاہیے۔ فرماتے ہیں۔

تو ہے میرے کمالاتِ ہنر سے نہ ہو نومید اپنے نقش گر سے
میرے دیدار کی ہے اک یہی شرط کہ تو پنہاں نہ ہو اپنی نظر سے

یوم الست اللہ تعالیٰ نے عالم ارواح میں تمام روحوں کو اپنا درشن کروایا اور سوال کیا کہ کیا میں تمہارا رب ہوں؟ سب ارواح نے یکبارگی یہ جواب دیا کیوں نہیں! آپ ہی ہمارے رب ہیں۔ یعنی تمام عالموں کے مالک و خالق اللہ تعالیٰ ہیں۔

خودی میں ڈوب جا غافل یہ سر زندگانی ہے نکل کر حلقہ شام و سحر سے جاوداں ہو جا
خودی کو جب نظر آتی ہے قاہری اپنی یہی مقام ہے کہتے ہیں جس کو سلطانی
یہی مقام ہے مومن کی قوتوں کا عیار اسی مقام سے آدم ہے ظلِ سبحانی
میں عجمی نہ ہندی نہ عراقی و حجازی کہ خودی سے میں نے سیکھی دو جہاں سے بے نیازی

اسلامی معاشرہ کس طرح ارتقاء پذیر ہوسکتا ہے؟

(عبدالقیوم ہاشمی)

اسلام انسانیت کا رہنما دین ہے۔ یہ انسان کو اپنے خالق سے آشنا کرنے، تہذیب و شائستگی اور مہذب و باوقار بنانے اور سکھانے آیا ہے۔ یہ صرف انسان کی انفرادی تعلیم اور طرزِ عمل تک ہی محدود نہیں بلکہ یہ بھی سکھاتا ہے کہ دوسرے انسانوں کے ساتھ معاملات کیسے ہونے چاہئیں۔

صحت مند معاشرہ کیلئے، فرد کی گھریلو زندگی کا اطمینان سب سے زیادہ ناگزیر ہے۔ لہٰذا اسلام سب سے پہلے عائلی زندگی کے تعلقات میں مضبوطی اور پائیداری کی بنیاد، شفقت و رحمت اور محبت و مؤدت پہ قائم کرتا ہے۔ پرسکون گھر ایک پرامن معاشرے کا پیش خیمہ ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: وَمِنْ آيَاتِهِ أَنْ خَلَقَ لَكُم مِّنْ أَنفُسِكُمْ أَزْوَاجاً لِّتَسْكُنُوا إِلَيْهَا وَجَعَلَ بَيْنَكُم مَّوَدَّةً وَرَحْمَةً (الروم : ۲۱)

ترجمہ : ''اور اللہ کی آیات قدرت میں سے ایک یہ بھی ہے کہ اس نے تمہیں میں سے تمہارے جوڑے بنائے تاکہ تم ان سے سکون پاؤ اور تمہارے درمیان محبت ورحمت پیدا کردی۔

گھر کو صحیح معنوں میں گھر بنانے کے لیے اسلام نے معاشی کفالت کی بھاری ذمہ داری مرد پر عائد کی ہے اور گھر کے ماحول کو پرسکون بنانے اور بچوں کی نگہداشت کی ذمہ داری عورت پر عائد کی گئی ہے۔ لہٰذا اسلام خاندانی اکائی کو رحمت و محبت کا گہوارہ بنا کر اور اس تدبیر سے معاشرے کو امن و سلامتی کا مرکز بنانا چاہتا ہے اور یوں امن و سلامتی معاشرے سے بڑھا کر پوری انسانیت تک پھیلا دیتا ہے۔ گھریلو زندگی اور اجتماعی زندگی کے تمام معاملات کو سنوارنے کے لیے ہر متعلقہ فرد کو تحمل و برداشت، ایثار و قربانی، مروت

اورعدل وانصاف کی صفات کواستعمال میں لانا ہوگا کیونکہ اللہ کی طرف سے ہماری آزمائش انہی امور میں مطلوب ہے ۔سورہ فرقان میں ارشاد ربانی ہے ۔

ترجمہ :" دراصل ہم نے تم لوگوں کوایک دوسرے کے لیے آزمائش کاذریعہ بنادیا ہے ۔کیاتم برداشت کرتے ہو؟تمہارارب سب کچھ دیکھتا ہے"۔

جب تک ہم اپنے روئیوں میں غصہ،حسداورنفرت کے جذبات کونکال کراس کی جگہ برداشت،عفوودرگزر،عدل انصاف اورمعاف کرنانہیں سیکھیں گےاس وقت تک ہم کسی طرح بھی اچھے مسلمان ہونے کا دعویٰ نہیں کرسکتے ۔اور نہ ہی اللہ کی رضا اور حضور اکرم ﷺ کی خوشنودی حاصل کرسکتے ہیں ۔ایک مرتبہ حضور نبی کریم ﷺ مسجد نبوی میں تشریف فرما تھے ۔آپ ﷺ نے پوچھارات صدقہ کس نے دیا تھا؟ سب صحابہ خاموش رہے ۔آپ ﷺ نے دوبارہ اور سہ بارہ پوچھاتو ایک صحابیؓ رسول ﷺ کھڑے ہوئے اور کہا کہ یارسول اللہ ﷺ رات صدقہ میں نے دیا تھا ۔آپ ﷺ نے فرمایاتم نے ایسا کیاصدقہ کیا کہ ساری رات فرشتے اس صدقے کا ثواب مدینہ سے عرش کی جانب لے کرجاتے رہے ۔صحابیؓ نے عرض کی یارسول اللہ ﷺ رات مجھے نیند نہ آئی تو سوچا اللہ کی راہ میں اٹھ کرصدقہ دیتاہوں ۔گھرمیں اناج،کھجوریں وغیرہ کوئی ایسی چیز نہ ملی تو میں باوضو ہوکرنفل نماز پڑھی اورسجدہ میں جا کر اللہ سے درخواست کی ،باری تعالیٰ جن لوگوں سے مجھے گلہ شکوہ ہے میں انہیں معاف کرتا ہوں ۔اے میرے اللہ تو بھی انہیں معاف فرمادے"۔

اس واقعہ سے بھی واضح ہے کہ ہماری نجات بھی ہمارے اخلاقی معیار سے ہی مشروط ہےاوراس معاملے میں ہم ضعف کرداراور زوال کاشکار ہیں جسکانتیجہ یہ ہے کہ انفرادی طور پر نہ ہم روحانی بالیدگی حاصل کرسکےاور نہ سماج اور معاشرہ خیروانصاف کا گہوارہ بن سکا ۔کسی نامور مفکر نے بہت خوب کہاہے کہ

"ہم نے فضاؤں میں پرندوں کی طرح اڑنا اور سمندروں میں مچھلیوں کی طرح

تیرنا تو سیکھ لیا ہے لیکن انسانوں کی طرح رہنا نہ سیکھ سکے"

دراصل انسان کا مقصد حیات تو اللہ تعالیٰ کی کامل بندگی اور اس کی رضا کا حصول ہے تا کہ پھر وہ زمین پر اللہ کے خلیفہ کی حیثیت سے نیکیوں کا قائم کرنے والا اور برائیوں کے خلاف جہاد کرنے والا بنے۔ یہی وہ طرزِ زندگی ہے جس کے تحت انسانی جسم و جان اور روح میں حقیقی توازن پیدا ہوتا ہے اور کائنات کی ہر چیز انسان کی خدمت میں ہے اور انسان خیر و اصلاح اور عدل و انصاف کے ذریعے معاشرے کی خدمت کرتا ہے۔ اس طرح وہ مطمئن انسان خود بھی اطمینان قلب کی دولت سے نوازا جاتا ہے اور کائنات کو خیر و فلاح اور نیکیوں اور خوشیوں سے بھر دیتا ہے یہی وہ راہ ہے جو ہر دور میں انبیاء علیہم السلام نے انسانیت کو دکھائی ہے اور جس کی طرف اللہ کے آخری نبی محمد عربی ﷺ نے نہ صرف انسانوں کو بلایا بلکہ اس کے مطابق ایک معاشرہ قائم بھی کر دیا۔

اسلام سلامتی اور رحمت کا نظام انسانیت ہے یہ انسانیت کا محافظ ہے اور اسی میں انسانیت کی زندگی اور بقا ہے۔ اسی لیے رسول رحمت ﷺ نے پوری انسانیت کو مخاطب کر کے حجۃ الوداع کے موقع پر فرمایا تھا" لوگو! تمہارا ربّ ایک ہے، تمہارا باپ ایک ہے، تم سب آدم کی اولاد ہو اور آدم مٹی سے بنے تھے۔ تم میں سے معزز وہ ہے جو زیادہ خدا ترس ہے۔ کسی عربی کو عجمی پر اور کسی عجمی کو عربی پر اللہ کے تقویٰ کے سوا کوئی فضیلت نہیں ہے۔ جاہلیت کے تمام دستور میرے پاؤں کے نیچے ہیں اور جاہلیت کے تمام فخر ختم کیے جاتے ہیں۔ قتل عمد کا قصاص ہے۔ عمد کے مشابہ وہ قتل ہے جو لاٹھی یا پتھر سے واقع ہو۔ اسکی دیت سو اونٹ ہے جو اس سے زیادہ چاہے گا وہ اہل جاہلیت میں سے ہے۔

لوگو! تمہارا خون اور تمہارا مال تمہارے لیے حرام ہے۔ یہاں تک کہ قیامت کے دن خدا کے سامنے پیش ہو۔ دیکھو میرے بعد کہیں گمراہ نہ ہو جانا کہ آپس میں ہی ایک دوسرے کی گردنیں مارنے لگو۔ دیکھو میں نے حق پہنچا دیا ہے۔ جان لو کہ لڑکا اسکی طرف منسوب ہوگا جس کے بستر پر پیدا ہوا ہے۔ اور جس پر حرام کاری ثابت ہو اس کی سزا پتھر ہے۔ نہ باپ کے بدلے بیٹا

پکڑا جائے گا اور نہ بیٹے کا بدلہ باپ سے لیا جائے گا۔ ۔لوگو! عورتوں کے بارے میں اللہ سے ڈرتے رہو اور ان سے بہتر سلوک کرو ۔ ہر مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے ۔ اپنے نفس پر اور دوسروں پر زیادتی نہ کرو ۔ اوراگر تم پر کوئی نک کٹا حبشی غلام بھی امیر بنادیا جائے اور وہ کتاب اللہ کے مطابق حکم کرے تو اسکی اطاعت کرو ۔ لوگو خدا کے احکام کی اطاعت کرو اور اسکی جنت میں داخل ہو جاؤ ۔

اسلامی معاشرہ میں عدل وانصاف ایک ایسی قدر ہے جس کی گردش معاشرے کے جسم میں کم ہو جائے تو معاشرہ بیمار یا اخلاقی اور اجتماعی طور پر موت کے قریب پہنچ جاتا ہے ۔ انفرادی زندگی میں تقویٰ کی کمی کے باوجود ایک قوم عدل کا اہتمام کر کے زندہ رہ سکتی ہے ۔ اسلامی زندگی کے انفرادی اور اجتماعی معاملات میں عدل کی کمی خواہ وہ گھر میں اہل خانہ کے ساتھ ہو یا دفتر کارخانہ، لین دین اور تجارت میں عدل کی کمی اسلامی معاشرہ کو کھوکھلا اور قوم کو بے آبرو کر دیتی ہے

سورۃ المائدہ میں ارشاد ربانی ہے ۔

ترجمہ: ''کسی قوم کے ساتھ دشمنی کے باعث عدل نہ چھوڑ دو ۔ عدل تقویٰ سے قریب تر ہے''

اور سورۃ النساء میں ارشاد ہوتا ہے:

ترجمہ: اے اہل ایمان ہمیشہ عدل وانصاف پر قائم رہو''

حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''میرے ربّ نے مجھے نو باتوں کا حکم دیا ہے ۔

۱) کھلے اور چھپے ہر حال میں اللہ سے ڈروں ۔

۲) کسی پر مہربان ہوں یا کسی کے خلاف غصہ میں ہوں، دونوں حالتوں میں انصاف ہی کی بات کہوں

۳) چاہے امیر ہوں یا فقیر، راستی اور اعتدال پر قائم رہوں ۔

۴) جو مجھ سے کٹے، میں اس سے جڑوں ۔ ۵) جو مجھے محروم کرے میں اسے دوں ۔

۶) جو مجھ پر زیادتی کرے میں اسے معاف کر دوں ۔ ۷) میری خاموشی غور وفکر کی خاموشی ہو ۔

۸) میری نگاہ عبرت کی نگاہ ۔

۹) میری گفتگو ذکر الٰہی کی گفتگو ہو اور نیکی کا حکم دوں اور بدی سے روکوں ۔

سلسلہ عالیہ توحیدیہ سے وابستہ برادران کی یک جہتی

(عتیق عباسی)

مجلّہ فلاح آدمیت ، مارچ کے شمارہ کا مطالعہ کر رہا تھا کہ عنوان نظر سے گزرا 'قبلہ محمد صدیق ڈارؒ کے خطوط بنام چوہدری محمد حسین 28 جون 2003 کو تحریر کردہ اس خط میں چند خوبصورت جملوں نے مجھے اپنی طرف گویا کھینچ لیا ۔ جملے ملاحظہ فرمایئے ''ہمیں اپنے مرشد کے پیام کو عام کرنا ہے اور اسے حتی الامکان دور دور تک پہنچانا ہے ۔ جو ہمارے بس میں ہے وہ ہمیں ضرور کرنا ہے اور کرنا چاہیے ۔ یہی ہماری کامیابی ہے، آگے اللہ کی مرضی جو چاہے کرے یعنی ہمیں اپنی ذمہ داریاں پوری کر کے نتیجہ اللہ کریم پر چھوڑ دینا ہے ۔ اس سے اگلے دو تین جملوں پر مشتمل ایک نیا پیرا ہے جس نے مجھے بطور خاص attriact کیا اور یہی میرا آج کا موضوع کلام ہے ۔'' بھائی اتنی آسانی سے نہیں بنتے کہ انہیں آسانی سے چھوڑ دیا جائے'' جو بھائی اپنے کام کی نوعیت کے باعث حلقہ میں نہیں آسکتے یا سستی کرتے ہیں ۔ تو بھائیوں کو چاہیے یعنی ان بھائیوں کو جو مستعد ہیں اور حلقہ میں باقاعدگی سے آتے ہیں کہ ان کی (یعنی نہ آنے والوں کی) خبر گیری کریں ۔ اور انہیں ملتے رہا کریں ۔ اس سے ہوگا کیا ۔ کہتے ہیں کہ صحیح ولی اللہ کی نشانی یہ ہوتی ہے کہ اسے دیکھ کر اللہ یاد آجاتا ہے ۔ کیا توحیدی جب ملتے ہیں تو اللہ یاد نہیں آتا ؟ بلکہ بھائی کو دیکھ کر فوراً اللہ یاد آجاتا ہے ۔ کہ ہم سلسلہ عالیہ توحیدیہ کی لڑی کی کڑی ہیں اور ہمارا آپس میں ملنا جلنا اور پیار و محبت محض اللہ کے لیے ہے، کوئی دنیاوی غرض اس میں دخیل نہیں ہے ۔ بھولا ہوا سبق یعنی پاس انفاس یاد آجاتا ہے ۔ اور بعض صورتوں میں تیز ہو جاتا ہے ۔ معاملہ توجہ کا ہے ۔ بانی سلسلہؒ نے جو تحریر فرمایا اور ہمیں عملی طور پر سکھایا وہی سب سے مستند ہے ۔ اگر ہم طریقت توحیدیہ جو کہ سلسلہ عالیہ توحیدیہ کا سلیبس اور آئین ہے، میں توجہ کے عنوان کو پڑھیں بلکہ ہم سب نے پڑھا ہوا ہے، یاد ہے اور ہم

اس کا روزانہ بلاناغہ عملی تجربہ بھی کرتے ہیں۔ ہمارے مرشد جناب خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ فرماتے ہیں کہ توجہ ایک قوت یا برقی کرنٹ ہے جو ایک دل سے نکل کر محض خیال اور ارادے سے دوسرے کے دل میں پہنچ جاتی ہے۔ جتنا بڑا کوئی بزرگ ہوتا ہے اتنا ہی زیادہ اس کے قلب میں اس طاقت کا ذخیرہ ہوتا ہے۔ اور وہ اتنے ہی زیادہ مریدوں کو بہ یک وقت توجہ دے سکتا ہے۔ بات دراصل یہ ہے کہ جب کوئی مرید ٹھیک طرح سے پاس انفاس اور نفی اثبات کرتا ہے، غصہ نہیں کرتا، کبیرہ گناہوں سے بچتا اور اخلاق کو پاکیزہ بنالیتا ہے تو اس کے دل میں شیخ کی توجہ کو محسوس اور قبول کرنے کی قابلیت پیدا ہو جاتی ہے۔ اس لیے اگر کسی مرید کو عرصہ تک توجہ کا اثر محسوس نہ ہو تو اس کو یہ نہیں سمجھنا چاہیے کہ خدانخواستہ شیخ بے پرواہی کر رہا ہے بلکہ یہ خیال کرنا چاہیے کہ یہ اس کا اپنا قصور ہے۔ وہ ذکر اور نماز میں کمی کرتا ہے یا اس نے اپنے اخلاق کا تزکیہ مناسب حد تک نہیں کیا ہے۔ ہوتا یہ ہے کہ جب شیخ کسی کو طالب یا مرید بناتا ہے تو اسی دن سے اس کے قلب پر توجہ کرنا یعنی اپنے قلب کی برقی قوت کا اثر ڈالنا شروع کر دیتا ہے۔ لیکن یہ اثر طالب یا مرید کو اس وقت تک محسوس نہیں ہوتا جب تک اس کا دل دنیاوی آلائشوں سے ایک خاص حد تک پاک نہ ہو جائے۔ دل کے پاک ہوتے ہی طالب یا مرید کو شیخ کی توجہ کا اثر محسوس ہونے لگتا ہے۔ اور رفتہ رفتہ وہی طاقت جو شیخ کے دل میں بھری ہوتی ہے مرید کے دل میں بھی پیدا ہونے لگتی ہے اور جیسے جیسے اس کا قلب دنیوی مکروہات، خواہشات اور فکر و آلام سے پاک ہو جاتا ہے، یہ طاقت بڑھتی جاتی ہے، اس طاقت کا احساس اس طرح ہوتا ہے کہ ابتدا میں تو دل میں ایک گرمی سی محسوس ہوتی ہے اور کبھی کبھار جاتی رہتی ہے لیکن رفتہ رفتہ دل میں قائم ہو جاتی ہے یا یوں کہہ لیں کہ دل اس گرمی میں قائم النار ہو جاتا ہے۔ اس طاقت کے دل میں قائم ہو جانے سے اس شخص کو ہر وقت ایک ناقابل بیان لطف و سرور اور نشہ سا محسوس ہوتا ہے جو بڑھتے بڑھتے ایک قسم کی بے خودی اور سرمستی تک پہنچ جاتا ہے ایسے میں یہ شخص دوسروں کو اسی طرح توجہ دے سکتا ہے جیسے کبھی خود شیخ سے لیا کرتا تھا یا اب بھی لیتا ہے ہر وہ آدمی جس میں یہ حرارت زیادہ ہو، کم حرارت والے کو یہ حرارت پہنچا سکتا ہے۔ اسی کو فیض دینا کہتے ہیں

یہ فیض صرف زندہ بزرگوں سے ہی نہیں بلکہ فوت شدہ بزرگوں اور پیغمبروں کی ارواح سے بھی لیا جاتا ہے۔یہ کوئی خیالی شے نہیں بلکہ ایک جیتی جاگتی طاقت ہے جو نہ صرف دل بلکہ بدن کے روئیں روئیں پر اثر انداز ہوتی ہوئی محسوس ہوتی ہے۔نہ صرف خود کسی دوسرے کو توجہ دی جاسکتی ہے بلکہ کسی زندہ یا گزرے ہوئے بزرگ سے لے کر بھی کسی دوسرے کو منتقل کی جاسکتی ہے۔توجہ سے بڑے کام لیے جاسکتے ہیں۔اول تو یہی کہ شیخ مرید کے قلب میں یہ طاقت پیدا کر دیتا ہے۔اسی قوت کو "جذب" بھی کہتے ہیں اور بقول قبلہ انصاری رحمۃ اللہ جذب کے بغیر نہ سلوک طے کیا جاسکتا ہے اور نہ ہی کوئی بزرگ بن سکتا ہے۔اور سب سے بڑھ کر اسی طاقت سے مریدوں کی اصلاح جلدی اور آسانی سے کی جاسکتی ہے بشرطیکہ وہ با قاعدگی سے ذکر کرتے ہوں اور شیخ سے ان کی عقیدت راسخ اور پکی ہو۔

اسی طریقہ سے شیخ اپنے کسی مرید کے دماغ پر توجہ کر کے اس کا کوئی عیب یا غلط کاری چھڑا سکتا ہے۔اس کے لیے ضروری نہیں کہ مرید سامنے ہو۔قبلہ صاحب تو فرمایا کرتے تھے کہ وہ دنیا کے کسی بھی کونے میں اپنے کئی مریدوں کو بہ یک وقت فیض پہنچا سکتے ہیں۔ان کے لیے فاصلے کی کوئی قید نہ تھی۔

اسی طاقت سے شیخ کو مریدوں کے کسی سوئے ظن یا بدعقیدگی کا بھی علم ہو جاتا ہے۔مرید کو توجہ دیتے وقت بیچ میں ایک رکاوٹ سی حائل ہو جاتی ہے اور برقی کرنٹ کی لہریں واپس آجاتی ہیں اور ٹی وی یا موبائل سگنلز کی طرح سینکڑوں، ہزاروں میل دور بیٹھے مرید کی کیفیات شیخ کے دماغ پر منقوش ہو جاتی ہیں۔پاکیزہ اخلاق کے حامل بزرگوں کی توجہ نہایت لطیف ہوتی ہے۔اور بعض اوقات اس قدر لطیف کہ عرصہ تک مریدین کو محسوس بھی نہیں ہوتی مگر ہلکی ہلکی پھوہار جیسی بارش کی طرح اپنا کام کرتی جاتی ہے بلکہ زمین کے اندر جذب ہو جاتی ہے۔ایک قطرہ بھی ضائع نہیں جاتا۔اسی طرح کثیف توجہ سے دماغ بھاری ہو جاتا ہے اور متلی اور قے تک کی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے یہاں تک کہ ناک اور منہ سے خون تک جاری ہو جاتا ہے۔

ایسی توجہ گندے اخلاق والوں کی ہوتی ہے۔

محبت اور پیار کے ساتھ جس قدر فیض کا خزانہ ہمارے پاس ہوگا اسی قدر ہم دوسروں کو دے سکیں گے تا کہ جو بھائی محنت اور خون کا essence، جوہر پلا کر بنائے گئے ہوں انہیں ساتھ لے کے چلا جائے اور اپنی اوران کی منازل تک رسائی آسان اور قسمت میں ہو تو ممکن بنائی جا سکے۔ قبلہ انصاری صاحب کنونشنز اور دوسری محافل میں بھائیوں کی طرف اشارہ کر کے فرماتے ہوتے تھے۔ ''لو! یہ دیکھو! ان سب نے اپنی اپنی سرنجیں اور چونٹیاں لگا رکھی ہیں، دیکھو! کیسے مصروف ہیں اپنی اپنی لائنیں ملا کے''

ہم اس لحاظ سے خوش نصیب ہیں کہ

۱) دنیا تصوف میں واحد سلسلہ تصوف میں شامل ہیں جو توحید کے نام پر قائم ودائم ہے۔

۲) جس کا ایک سلیبس اور آئین موجود ہے۔

۳) جس کا ایک وقت میں ایک ہی خلیفہ جانشین ہوتا ہے۔

۴) جس کے اذکار اور مجاہدہ بہت مختصر اور قابل عمل ہیں۔ کوئی چلہ کشی، نہ لمبے چوڑے پر کٹھن مجاہدے

۵) اندر و باہر سے صاف و شفاف (جس کا ظاہر و باطن پاک ہے اصل میں وہ فرشتہ ہے بظاہر مشت خاک ہے۔

فر شتو ں سے بہتر ہے ا نسا ن بننا
مگر ا س میں پڑ تی ہے محنت ز یا د ہ

۶) خود اہل اللہ کا سا کردار، گھر جنت کا نمونہ اور محلّہ، علاقہ، ملک و معاشرہ پر سکون۔

۷) نیکی اور تقویٰ میں تعاون اور سرکشی و معصیت سے دوری، نہ دھرنے کی ضرورت نہ احتجاج کی احتیاج۔ صرف اور صرف تعمیر ملت، تعمیر ملت اور بس تعمیر ملت۔

روزے کا دین میں مقام

(المرسل محمد عتیق عباسی)

یہ ایک فطری سی بات ہے کہ جس اُمت پر اللہ کے نظام کو دنیا میں قائم کرنے اور اس کے ذریعہ نوعِ انسانی کی قیادت کرنے اور انسانوں کے سامنے حق کی گواہی دینے کیلئے جہاد فی سبیل اللہ فرض کیا گیا، اس پر روزہ بھی فرض ہوا، روزے ہی سے انسان میں محکم ارادے اور عزم بالجزم کی نشو ونما ہوتی ہے۔ روزہ ہی وہ مقام ہے، جہاں بندہ اپنے ربّ سے اطاعت کے ساتھ مربوط ہوتا ہے، روزہ وہ عمل جس کے ذریعے انسان خدا کی رضا اور اجر آخرت کیلئے تمام ضرورتوں پر قابو پاتا ہے اور تمام دشواریوں اور زحمتوں کو برداشت کرنے کی قوت حاصل کرتا ہے۔

اس فریضہ کا اوّلین مقصد تقویٰ، صفائے قلب، احساس ذمہ داری اور خشیتِ الٰہی کیلئے دِلوں کو تیار کرنا ہے۔ **تقویٰ** دل میں زندہ و بیدار ہو تو مومن اس فریضہ کو اللہ کی فرمانبرداری کے تحت اس کی رضاء جوئی کیلئے ادا کرتا ہے۔ تقویٰ ہی دِلوں کا نگہبان ہے۔ وہی معصیت سے روزے کو خراب کرنے سے انسان کو بچاتا ہے۔ خواہ یہ دل میں گزرنے والا خیال ہی کیوں نہ ہو۔

قرآن کے اوّلین مخاطب جانتے تھے کہ اللہ کے یہاں تقویٰ کا کیا مقام ہے اور اس کی میزان میں تقویٰ کا کیا وزن ہے۔ یہ ان کی منزل مقصود تھی، جس کی طرف ان کی روحیں لپکتی تھیں۔ روزہ اللہ کے قرب کے حصول کا ذریعہ اور اس تک پہنچانے کا راستہ ہے۔ قرآن اس تقویٰ کو منزل مقصود کی حیثیت سے ان کے سامنے رکھتا ہے تاکہ روزہ کے راستے وہ اس منزل کا رُخ کر سکیں۔

(از سیّد قطب شہیدؒ)

توبہ و استغفار کی حقیقت

(امام ابن قیم الجوزیؒ)

اسباب کے بارے میں بندہ اپنے نفس کے مغالطے اور دھوکے سے بہت ہوشیار رہے، اور اس سے بچنے کی پوری پوری کوشش کرے۔ یہ ایک اہم معاملہ اور نازک ترین امر ہے، کیونکہ ہر بندہ اچھی طرح سمجھتا ہے کہ معصیت و نافرمانی، غفلت اور خدا فراموشی اس کے حق میں ایک خطرناک امر ہے، اس کی ہلاکت و تباہی کا موجب اور سبب ہے۔ اس سے اس کی دنیا اور آخرت دونوں تباہ ہو جاتے ہیں۔ بندے کا نفس اسے دھوکہ اور فریب دیتا رہتا ہے۔ ایسا کبھی اللہ تعالیٰ کے عفو و درگزر اور مغفرت و بخشش کی اُمید پر ہوتا ہے، کبھی زبانی توبہ و استغفار، کبھی ادنیٰ درجے کی مستحبات کے بھروسے پر اور کبھی علم و منزلت کے غرے پر، کبھی تقدیر کی آڑ لیکر، کبھی اپنے جیسے لوگوں کے اعمال و کردار کو دلیل بنا کر، کبھی ان لوگوں کی اقتداء کی بناء پر جو ریاست و امارت، جاہ و منزلت کے فتنے میں پڑ کر دنیا کے عوض اپنا دین برباد کر چکے ہیں اور بعض لوگ یہ خیال کرتے ہیں کہ ابھی جو چاہو کر لو، پھر استغفر اللہ، استغفر اللہ کہہ کر معاف کرا لیں گے۔

مکے کا ایک باشندہ مجھ سے کہنے لگا کہ ہم سے کوئی گناہ سرزد ہو جائے تو غسل کر کے خانۂ کعبہ کا طواف کر لیتے ہیں، اس سے تمام گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔

ایک اور صاحب کہنے لگے کہ رسول اللہ ﷺ کی یہ صحیح حدیث ہے:

ترجمہ: ''بندہ گناہ کرتا ہے، اس کے بعد وہ کہتا ہے: اے پروردگار! مجھ سے گناہ ہو گیا، معاف فرما۔ اللہ تعالیٰ اس کا گناہ معاف فرما دیتا ہے، پھر کچھ عرصے رُک کر دوبارہ گناہ کرتا ہے، پھر بارگاہ الٰہی میں رجوع کرتا ہے اور کہتا ہے اے پروردگار! مجھ سے خطا ہو گئی تو معاف فرما۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، میرا یہ بندہ جانتا ہے کہ اس کا کوئی ربّ ہے جو گناہ کو معاف بھی کر سکتا ہے اور گرفت بھی کر سکتا ہے، اس بندے کا گناہ میں نے معاف کر دیا۔'' (احمد بن حنبل)

یہ حدیث بیان کرنے کے بعد وہ صاحب کہنے لگے کہ مجھے اس میں ذرا بھی شک نہیں کہ میرا پروردگار ہے جو گناہوں کی مغفرت کرسکتا ہے اور گرفت بھی ۔اس قسم کے لوگ اسی قسم کی اُمید و رجاء کی نصوص سے چمٹے رہتے ہیں، انہی پر تکیہ کر لیتے ہیں ۔ایسے لوگوں پر گناہوں پر ملامت وسرزنش کی جائے تو وہ اللہ تعالیٰ کی وسعتِ رحمت، وسعتِ عفو ومغفرت اور اُمید و رجاء کی ساری نصوص پیش کرنا شروع کر دیتے ہیں پھر جاہل اور بے عمل لوگ تو عجیب وغریب باتیں کہا کرتے ہیں۔ کچھ لوگ تو صاف صاف کہتے ہیں کہ بندہ اپنے افعال واعمال میں بالکل بے اختیار اور معاصی و گناہ کے ارتکاب میں مجبورِ محض ہے۔ کچھ لوگ اپنے آباء و اجداد، اسلاف اور بزرگوں کی عظمت و تقدیس کے فریب میں مبتلا ہیں کہ ان کے اسلاف بارگاہ الٰہی میں بلند وبالا مقام اور عظیم الشان درجہ رکھتے تھے، وہ انہیں ہر مصیبت و بلا سے نجات دلا دیں گے۔ کبھی انہیں عذاب میں مبتلا نہ ہونے دیں گے، جس طرح سلاطین کی بارگاہ میں ہوا کرتا ہے ۔سلاطین وملوک اپنے خواص ومقربین کی اولاد اور قرابت داروں کے جرائم، گناہ اور لغزشیں معاف کر دیا کرتے ہیں ۔

بعض فریب خوردہ اس چکر میں پڑے ہوئے ہیں کہ اللہ تعالیٰ تو سب سے بڑا کریم اور وسیع الرحمت ہے، مغفرت و بخشش سے اس کی خدائی میں کوئی کمی واقع نہیں ہوتی، عذاب دینے سے اس کے ملک میں کوئی اضافہ نہیں ہوتا، بھلا وہ اپنے بندوں کی مغفرت کیوں نہیں کرے گا۔!

بعض لوگ اس حدیث قدسی پر تکیہ کر لیتے ہیں جو رسول اللہ ﷺ نے پروردگار عالم سے نقل فرمائی ہے:

''میں اپنے بندے کے حُسنِ ظن کے ساتھ ہوں، جیسا وہ چاہے، مجھ سے گمان رکھے۔''

یعنی میرے ساتھ اس کا جیسا گمان ہوگا، ویسا ہی میں اس کے ساتھ پیش آؤں گا۔ یہ امر یقینی ہے کہ حسنِ ظن اسی صورت میں پیدا ہوتا ہے جب بندہ احسان اور نیکی کا پابند ہو۔ محسن، نیک عمل اور نیک کردار کا بندہ ہی یہ حسنِ ظن رکھ سکتا ہے کہ اس کا پروردگار اس کی نیکی اور نیک کردار کی وجہ سے اس کے ساتھ احسان کرے، اپنے وعدے کو پورا فرمائے اور اس کی توبہ قبول فرمائے ۔وہ انسان جو مجرم اور گنہگار ہے جو کبائر کا ارتکاب کرتا ہے، ظلم و جور کا خوگر ہے۔

مغربی نظام معاشرت کی ابتری

(ڈاکٹر محمد اسجد قاسمی)

موجودہ دور میں عزت و ذلت، بلندی و پستی اور شرافت و رذالت کے تصوّرات اور معیار بالکل اُلٹ کر رہ گئے ہیں۔ حقائق کو مسخ کرنے اور سچائی کو مشتبہ کرنے کا جو کام عصر حاضر کے نام نہاد ترقی پسندوں کی وجہ سے ہوا ہے، وہ تاریخ عالم کا ایسا تاریک ترین اور شرمناک باب ہے، جس کے سامنے تمام سیاہیاں ماند پڑ جاتی ہیں۔

اس کا ایک نمایاں مظہر یہ بھی ہے کہ بے شمار مشرقی مسلم خواتین کا اس وقت یہ خیال ہے کہ مغرب میں خواتین کو معاشرے میں نمایاں ترین مقام حاصل ہے، آزادی کی دولت بے بہا میسّر ہے، تمام حقوق ملے ہوئے ہیں، تمام شعبہ ہائے حیات میں ان کے کارنامے ہیں، ہر مرحلے پر ان کا اہم رول ہے، اور زندگی کی تمام نعمتوں اور رونقوں سے وہ مالا مال ہیں۔ مشرقی خواتین کا مغربی خواتین کے بارے میں یہ تصوّر دراصل مشاہدہ و تجربہ نہیں؛ بلکہ میڈیا کی فراہم کردہ اطلاعات، خبر رسانیوں، منظر کشی اور پروگراموں پر مبنی ہے، میڈیا کے ذریعہ آزادیٔ نسواں کی پرفریب صدا، عرصۂ دراز سے لگائی جاتی رہی ہے اور آزادی میں حاصل ہونے والے فوائد اور مغربی خواتین کی پرعیش زندگی کے نمونے مختلف شکلوں میں سنائے، دکھائے اور پیش کئے جاتے ہیں۔ مختلف عالمی تنظیموں اور تحریکوں کی طرف سے مساوات مرد و زن کی صدا بھی لگائی جاتی ہے۔

مقصد یہ ہوتا ہے کہ مسلمان خواتین تہذیب مغرب کی تجلیات میں خیرہ ہو کر اسی کی پیرو بن جائیں اور اسلامی اعلیٰ اقدار و اخلاق سے دست کش ہو جائیں، اپنی مذہبی و تہذیبی ذمہ داریوں سے غافل ہو جائیں، اپنے فطری کاموں اور فرائض کو چھوڑ کر یورپ کی بے حجابانہ اور

عریاں آزادی کے حصول کیلئے پوری طرح سے سرگرم ہوجائیں، اس طرح ان کی پاکیزگی، داغدار ہوجائے، ان کی عزت کی چادر تار تار ہوجائے، ان کی شرافت گدلی ہوجائے، بے حجابی اور مخلوط ماحول کے اثرات سے ان کے دیدوں کا پانی اُتر جائے، وہ حیاء چھوڑ کر بے حیائی کو اختیار کرلیں اور خواہش پرست انسانوں کے دام فریب میں آجائیں اور انہیں کا نشانہ بن جائیں اور اس طرح اپنے دین و مذہب سے مکمل بے گانہ و بیزار ہوکر یورپین کلچر میں اس طرح ضم ہوجائیں کہ اسلام کا کوئی اثر ان کے کردار، باطن، سیرت اور صورت و ظاہر اور قول و عمل میں نظر ہی نہ آئے، اور پھر یہ سب کچھ وہ اس طرح کریں کہ وہ اپنے کو ذلت سے نکال کر عزت میں اور پستی اور رذلت سے نکل کر بلندی و شرافت میں آنے والا باور کریں اور ان کے ذہنوں میں یہ راسخ ہوچکا ہو کہ اسلام میں عزت و شرافت نہیں، وہ دقیانوسی، رجعت پسند، شدت پسند اور آؤٹ آف ڈیٹ مذہب ہے، جب کہ مغربی کلچر میں عزت و شرافت، اور بلندی و کمال ہے اور وہ ہر لحاظ سے نئے دور سے ہم آہنگ ہے، فطری تقاضوں کے موافق ہے، اپ ٹو ڈیٹ ہے، اور اس میں تمام مشکلات کا حل اور تمام مسائل کا مداوا ہے۔ ظاہر ہے کہ جب تصوّرات اس رُخ پر آجائیں کہ حقائق مسخ ہوجائیں اور معیارِ عزت و ذلت معکوس ہوجائے تو پھر درستگی اور اصلاح کے چانسز بے حد کم ہوجاتے ہیں۔

مغربی میڈیا اپنے ان مقاصد میں کافی کامیاب بھی ہوا ہے، بے شمار مشرقی گھرانوں میں اس نے شب خون مارے ہیں، کج فکر اور بے حجابانہ آزادی کے طالب اور دین سے محروم افراد اس کا نشانہ بنے ہیں۔ مشرقی خواتین مغربی خواتین کے شانہ بشانہ ہر کام میں شریک ہوئیں، آزادی کی تلاش میں ان کا دامنِ عصمت تار تار ہوا، وہ نشہ آور اشیاء کی عادی ہوئیں، وہ اخلاق سے عاری ہوئیں، مادّی زیب و زینت اور چمک دمک نے ان کو اپنا اسیر بنایا، اس طرح وہ ذلت اور پستی کی آخری حدوں کو جا پہنچیں اور پھر ان میں بہتوں کو اپنی نادانی کا احساس بھی ہوا اور پھر وہ راہِ راست پر آئیں۔

مشہور اسلامی مفکر واسکالر ڈاکٹر مصطفیٰ سباعی نے اپنی کتاب ''**اَلْمَرْ أَةُ بَيْنَ الْفِقْهِ وَالْقَانُوْنِ**۔'' میں اپنے المناک مشاہدات کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ:

''میں نے یورپ کا چار بار دورہ کیا ہے، اور ہر بار مجھے سب سے زیادہ دکھ اور رونا اس پر آیا کہ مغربی عورت بڑی حرماں نصیبی کی زندگی گزار رہی ہے، آزادی کے نام پر اسے رسوا کیا جا رہا ہے، وہ ہر ایک کیلئے نوالہ تر بنی ہوئی ہے، مغربی مرد عورت کی کمزوری کی قیمت وصول کر رہا ہے، اسے ہر طرح ذلیل کر رہا ہے، اس کا استحصال ہو رہا ہے، مادّی منافع اور جنسی خواہشات کی تکمیل کیلئے عورتیں استعمال کی جا رہی ہیں، سینما، ٹی وی، کلرڈ میگزین اور نمائشوں اور ان میں مغربی خواتین کا رول دیکھ کر جو لوگ دھوکہ کھا جاتے ہیں اور اسے آزادی اور بلندی سمجھتے ہیں، درحقیقت وہ بہت کوتاہ بیں ہیں۔ اگر یورپ میں دس عورتیں اونچے مناصب پر فائز ہیں تو دوسری طرف وہیں دسیوں ملین عورتیں غلاموں جیسی پابند اور ذلیلانہ شرمناک زندگی گزارنے پر مجبور ہیں۔''

وہاں کے معاشی تنگ حالات نے عورتوں کو مختلف شعبوں میں مختلف سطحوں پر ملازمت اور کام کرنے پر بھی مجبور کر دیا ہے۔ ڈاکٹر سباعی لکھتے ہیں:

''لڑکی جب سترہ سال کی ہو جاتی ہے تو عموماً اس کے باپ اور اہل خانہ اس کے مصارف برداشت کرنے کے پابند نہیں ہوتے؛ بلکہ اسے خود اپنے لئے کام ڈھونڈنا پڑتا ہے، شادی کے بعد اسے اپنے گھر اور بچوں کی کفالت کیلئے شوہر کی طرح ملازمت کرنی پڑتی ہے، بڑھاپے میں ناتوانی کے باوجود اسے اپنے گزارے کیلئے کام کرنا پڑتا ہے، اس کے بیٹے خواہ کتنے ہی مال دار اور صاحبِ ثروت کیوں نہ ہوں اس کا خرچ بالکل نہیں سنبھالتے۔''

اس ابتر صورت حال کے اصل سبب کا ذکر کرتے ہوئے ڈاکٹر سباعی نے لکھا ہے:

''اس مادّی فلسفہ کا سب سے اہم سبب اور اثر یہ ہے کہ وہاں عورتوں کے تئیں انسانیت، اکرام، محبت اور مودّت کا کوئی تصور ہی نہیں ہے، وہاں عورتوں کو صرف تکمیل شہوات کا ذریعہ سمجھا

جا تا ہے، اس کا نتیجہ یہ ہے کہ نہ اولاد کی صحیح تربیت ہے اور نہ اولاد کے نزدیک والدین کا احترام، بلکہ پورا خاندانی نظام مفلوج، منتشر ہے، صورتحال ہر لحاظ سے قابل تشویش ہے۔"

امریکہ کے بعض اداروں نے یہ سروے بھی کروایا ہے کہ کتنی خواتین ملازمت کرنا چاہتی ہیں، اور کتنی خواتین ملازمت چھوڑ کر اپنی خانگی، داخلی ذمہ داریاں نبھانا چاہتی ہیں؟ محتاط اندازہ کے مطابق امریکہ کی ۶۵ فیصد خواتین ملازمت سے تنگ ہیں، وہ مجبوراً ملازمت کر رہی ہیں اور ملازمت کی ذلت سے تنگ ہیں۔ ان کی دلی خواہش یہ ہے کہ وہ ملازمت سے خلاصی حاصل کر کے خانگی کام سنبھالیں۔

اس صورتِ حال کے پس منظر میں مشرقی مسلم خواتین کا یہ فرض ہے کہ وہ اسلامی تہذیب کو اپنی آخری پناہ گاہ سمجھیں۔ اس کے مقابلہ میں کوئی تہذیب انہیں وہ بلندی، رفعت، حیاء، پاکدامنی، عزت، شرافت، تقدس اور اخلاقی قوت نہیں دے سکتی جو اسلام نے ان کو عطاء کی ہے۔

دعوتی کام کرنے والوں کی یہ بھی ذمہ داری ہے کہ وہ اسلام کی مقدس تعلیمات سے خواتین کو روشناس کرائیں جن میں خواتین کے حقوق کا ذکر ہے اور مغربی تہذیب کے نقصانات سے بھی آگاہ کرائیں۔

اسلام کا خاندانی نظام معاشرت اگر پوری طرح سے اپنا لیا جائے تو تمام مسائل حل ہوسکتے ہیں، اسلامی نظام معاشرت اور مغربی نظام معاشرت کا سب سے واضح فرق یہی ہے کہ مغرب میں خاندانی نظام ٹوٹ رہا ہے، منتشر ہو رہا ہے، میاں بیوی میں اعتماد و محبت کا فقدان ہے، مغربی مفکرین و فلاسفہ مضطرب ہیں کہ مغربی معاشرتی نظام کس تدبیر سے ٹوٹنے سے بچ سکتا ہے۔

اسلامی نظام معاشرت اتحاد، اعتماد، محبت اور خوفِ خدا کی ناقابل شکست بنیادوں پر استوار ہے جسے کبھی توڑا اور بکھیرا نہیں جاسکتا، خواتین اسلامی سوسائٹی کی عظیم رکن اور مؤثر و فعال عضو ہیں، ان کی ذمہ داری ہے کہ وہ مغربی تہذیب کا سایہ بھی اپنے اوپر نہ پڑنے دیں، خواتین

فضائل بشری میں مردوں سے پیچھے نہیں ہیں، دینی معاملات میں وہ مردوں کے ساتھ برابر کی شریک ہیں، ہر جگہ ان کی خدمات ہیں، علم وادب، حدیث وتفسیر وجہادو استقامت ہر میدان میں انکے قابل رشک کارنامے ہیں، اللہ تعالیٰ کی رحمت وبخشش میں بھی کامل مساوات ہے، وہاں مردوزن میں تفاوت نہیں ہے۔

اس وقت ضرورت اسلامی نظام معاشرت کو عام کرنے اور مغربی نظام کا بائیکاٹ کرنے کی ہے، مغربی نظام زندگی کی حقیقی لذت وسرور وسکون سے خالی اور محروم ہے، وہاں تیز رفتار ترقیات ضرور ہوئیں ہیں، محیرالعقول سائنسی کارنامے ضرور ہیں مگر اپنی زندگی اور خاندان میں کوئی اصلاح اور سدھار ان سے نہ ہوسکا بقول اقبالؒ:

جس نے سورج کی شعاعوں کو گرفتار کیا
زندگی کی شب تاریک سحر کر نہ سکا

ڈھونڈنے والا ستاروں کی گزرگاہوں کا
اپنے افکار کی دنیا میں سفر کر نہ سکا

اپنی حکمت کے خم و پیچ میں اُلجھا ایسا
آج تک فیصلۂ نفع وضرر کر نہ سکا

روشن چراغ

(محمد الطاف گوہر)

زندگی کے لمحے نہ گنو بلکہ لمحوں میں زندگی تلاش کرو کیونکہ یہ تو وہ شمع ہے جو اِک بار جل جائے تو بجھتی نہیں بلکہ ایک ہاتھ سے دوسرے ہاتھ دیے سے دیا جلائے ٹریول (Travel) چلی جاتی ہے۔ یہ روشن چراغ اگر چہ تمام دنیا کا اندھیرا دور نہیں کر سکتے مگر اپنے اردگرد اندھیرا ابھی نہیں ہونے دیتے۔ خودی (میں، Self) کا دیا تو عاجزی کی لو سے روشن ہوتا ہے۔ بلند و بالا پہاڑیوں کی کوکھ سے جنم لینے والے ہزاروں، لاکھوں چشمے، ندیاں، نالے اور دریا آخر سمندر کی گود میں وجود کھو دیتے ہیں کیونکہ سمندران کے مقابلے میں ہمیشہ پستی میں رہنا پسند کرتے ہیں۔

ہم سیل رواں پر بہتے ہوئے کائی کے تنکے نہیں کہ حالات کی موجوں کے تھپیڑوں کے رحم و کرم پہ رہیں اور جانے کب کوئی انجانی موج اُڑے اور اُٹھا کر پھینک دے یا پھر حالات کے گرداب میں پھنس کے اپنا وجود کھو بیٹھیں بلکہ ہم تو کامیابی اور سکون کے وہ سفینے ہیں جو عافیت کی منزل کی طرف رواں دواں ہیں۔ ہم موت کے منہ میں ایک اور نوالہ نہیں ہیں بلکہ ہم تو وہ جلتی شمعیں ہیں جو دنیا کے ایک کنارے سے دوسرے کنارے تک روشنی بانٹتی چلی جا رہی ہیں اور جہالت کی تاریکی کے سامنے ہم تو وہ چراغ ہیں جو دُنیا کو سورج کی طرح روشن نہ کر سکے مگر اپنے اردگرد کو تو روشن رکھتے ہیں اور ہم تو وہ ٹھنڈی چھاؤں ہیں جو تپتی دھوپ میں سایہ بنتے ہیں۔ ہم وہ جوہڑ نہیں ہیں جو زندگی کو فناء کا درس دیتے ہیں اور بقاء کا خاتمہ کرتے ہیں بلکہ ہم تو علم و فن کے وہ چشمے ہیں جو زندگی کو بقاء کا درس دیتے ہیں جہاں سے ہر کوئی سیراب ہوتا ہے مگر یہ سب کچھ

اسی وقت ممکن ہے کہ جب ہمارے اندر خودی (میں، Self) کا دیا جلتا ہے اور ہمارا رابطہ ازل سے جڑ جاتا ہے۔

اس کائنات میں کوئی شے بے مقصد پیدا نہیں کی گئی اور نہ ہی کوئی واقعہ، حادثہ ہوتا ہے بلکہ ہر شے خاص مقصد کیلئے ہے اور ہر واقعہ پہلے سے طے شدہ ہوتا ہے جبکہ ہماری سوچنے کی طاقت ہمارے معاملات زندگی کیلئے ہدایتکار (Director) کا درجہ رکھتی ہے اور جو خیال ذہن میں ایک مرتبہ پیدا ہوجاتا ہے وہ کبھی ختم نہیں ہوتا جبکہ وہ اپنی قوت اور مماثلت کے حساب سے اپنا کردار ادا کرتا ہے۔ یہ قلم جس سے لکھ رہا ہوں اور یہ پنکھا جس کی ہوا میں، میں بیٹھا ہوں اور وہ کرسی جس نے مجھے بیٹھنے کی سہولت دی ہے اور وہ میز جس کے مرہونِ منت اس تحریر کو لکھنے کی معاونت مل رہی ہے اور وہ بلب جس کی روشنی میں مجھے سب کچھ دکھائی دے رہا ہے اور یہ کاغذ جس پہ میں لکھ رہا ہوں اس میں سے کوئی بھی بے مقصد نہیں بلکہ ہر شے اپنا مقصد پورا کر رہی ہے۔ اِن میں سے اگر کوئی بھی ایک شے اپنا مقصد پورا نہ کرے تو ہم فوراً اس کو رڈی کی ٹوکری یا کوڑے کے ڈبے میں پھینک دیں گے کیونکہ جو اپنے مقصد سے ہٹ جائے وہ ہمارے لئے بے کار ہے۔ اگر قلم میں سیاہی ختم ہوجائے یا میز کی ٹانگ ٹوٹ جائے یا بلب روشنی دینا بند کردے تو کیا خیال ہے ان کو ہم ایک لمحہ مزید برداشت کریں گے؟ جی ہاں ایک لمحہ بھی نہیں! کیونکہ اس سے ہماری روانی میں خلل آتا ہے اور ہمارے معاملات خراب ہوتے ہیں۔ لہٰذا جو بھی چیز (چاہے وہ بے جان ہی کیوں نہ ہو) اگر اپنے کام اور مقصد سے ہٹ جائے گی تو وہ بالکل بے کار اور بے مقصد ہوجائے گی اور ہم اسے ضائع کردینا پسند کرتے ہیں، تو کیا خیال ہے ہم بغیر کسی مقصد کے پیدا ہوئے ہیں؟ ہم جو اس کارخانہ قدرت کے عظیم شاہکار ہیں، کس کام پہ لگے ہوئے ہیں، آیا ہم کارآمد ہیں یا بے کار ہو چکے ہیں؟ اگر بے کار ہو چکے ہیں تو قدرت نے ابھی تک ہمیں رڈی کی ٹوکری میں کیوں نہیں پھینکا؟

قدرت نے کائنات کی ہر شے ہمارے لئے تخلیق کی ہے جس طرف بھی نظر دوڑائیں کائنات کی ہر شے آپ کو اپنے لئے نظر آئے گی اور اپنے وجود کے ہونے کے مقصد کو پورا کر رہی ہوگی۔ پھولوں میں خوشبو ہمارے لئے ہے، اور پھلوں میں رس ہمارے لئے ہیں، آبشاروں کے گیت ہمارے لئے ہیں، سرسبز وشاداب پہاڑوں کی بلند چوٹیاں جو دلفریب نظارہ پیش کرتی ہیں وہ بھی ہمارے لئے ہیں حتیٰ کہ کائنات کی سب مخلوق (Creature) ہمارے لئے مسخر کر دی گئی ہے مگر ہمیں معلوم نہیں کہ ہم کس کیلئے ہیں۔ انسان کی تخلیق کا مقصد اللہ تعالیٰ کی بندگی اور اطاعت کرنا ہے۔ کائنات کی ہر شے دوسروں کے فائدے کیلئے ہے (نہ کہ اپنے لئے) جبکہ ہر چیز دوسروں کو فائدہ پہنچاتی ہے اور ہمیں درس دیتی ہیں کہ ہم اپنے لئے نہیں بلکہ دوسروں کو فائدہ پہنچانے کیلئے پیدا کیے گئے ہیں۔ ازل سے ادیانِ عالم اس کا درس دیتے آئے ہیں کہ ہمیں دوسروں سے روابط کس طرح رکھنے ہیں اور ان کیلئے کس طرح فائدہ مند ہونا ہے اور لوگوں میں رہتے ہوئے زندگی کس طرح سے گزارنی ہے، وگرنہ انسان نے اکیلے جنگل میں رہنا ہوتا پھر اس سب کی کیا ضرورت تھی؟ ہم نے سب کے ساتھ اِن روابط سے رہنا ہے جن کے باعث ایک صحت مند معاشرہ جنم لے اور زندگی کے ثمرات بحیثیت مجموعی حاصل کرنے ہیں ورنہ ایک شخص کی زندگی کے ثمرات اُس کیلئے بے معنی ہیں جب تک کہ وہ دوسروں کو اِس میں شامل نہ کرے۔ ہم کس وقت کا انتظار کر رہے ہیں؟

طوفاں سے لڑو، تند لہروں سے اُلجھو
کہاں تک چلو گے کنارے کنارے

آپ اگر گھڑی کو سامنے رکھ کر بیٹھ جائیں اور وقت کا گزرنا ملاحظہ کریں تو یقیناً آپ گھنٹوں بھی بیٹھیں رہیں گے مگر آپ کو گھنٹوں اور منٹوں والی سوئیاں ساکن نظر آئیں گی جب کہ وقت گزر رہا ہے گا یہ برف کی طرح پگھلتی زندگی کے ماہ و سال صرف کسی اچھے وقت کے انتظار

میں نہ گزار دیں بلکہ وہ لمحہ جو ہمیں بیدار کرتا ہے دراصل اسی میں زندگی ہے اور باقی وہ لمحے اور پل ہیں جو ہمیں نیم خوابیدہ کرتے ہیں اور یہ وہ خودرو سلسلہ زندگی ہے کہ جہاں ہم وقت کو ضائع کر رہے ہیں، وقت کو ہم اسی طرح قید (Save) کر سکتے ہیں کہ اپنے پل زندگی کے بیدار لمحوں سے بیدار کر دیں۔

ہم اس کارخانہ قدرت کے شاہکار ہیں، اِس کائنات کی تمام مخلوق ہمارے لئے سربستہ ہاتھ باندھے (مسخر ہونے کو) کھڑی ہے کہ جیسے الہ دین کے چراغ والا جن اپنے آقا کے سامنے سر جھکائے کھڑا اس کے کسی بھی حکم کو بجالانے کیلئے تیار ہے۔ مگر ہمارے اندر اتنی سکت کہاں کہ ہم اِس ''جن'' کو قابو میں کر لیں۔ ان تمام طاقتوں پہ حاوی ہونے کی کنجی کسی بھی جن یا دیو کے پاس نہیں بلکہ ایک انسان کی دسترس میں ہے جو ''لذت آشنائی'' سے سرشار ہے۔ قدرت نے تمام کی تمام کائنات ہمارے تسخیر کرنے کیلئے بنائی ہے مگر ہم لذت کے جھوٹے اور چھوٹے چھوٹے کھلونوں سے دل بہلا رہے ہیں۔

ایک دفعہ ایک چرواہے کو جنگل سے شیر کا شیر خوار بچہ ملا اس نے اِس کو اپنے بکریوں کے ریوڑ کے ساتھ رکھ لیا یہ بچہ انہیں میں پل کر بڑا ہوا، مگر وہ بکریوں کے ساتھ رہ کر انہی کی طرح کا ہو کر رہ گیا تھا، ایک دفعہ جنگل میں ایک بوڑھے شیر نے دھاڑ ماری اور بکریوں کے ریوڑ کی طرف لپکا اس بوڑھے شیر کو دیکھتے ہی سب بکریاں بھاگنا شروع ہو گئیں، جس کو دیکھ کر شیر کا بچہ (جو اب جوان ہو چکا تھا) نے بھی بھاگنا شروع کر دیا مگر اچانک اس کا سامنا اس بوڑھے شیر سے ہو گیا اور اسے دیکھ کر معلوم ہوا کہ وہ بھی اسی طرح کا ہے تو اب اس نے بکریوں کی طرح ممیانہ بند کر دیا اور ایک گرج دار دھاڑ ماری کہ بوڑھا شیر ڈر کے بھاگ گیا اور اب یہ شیر بچہ جو کہ بکریوں میں پل کر جوان ہوا تھا اس نے اپنی حقیقت کو جانا اور بکریوں کو چھوڑ کر جنگل کی راہ لی کہ میں تو جنگل کا بادشاہ ہوں (میرا مقام یہ نہیں ہے کہ میں ان چھوٹے کھلونوں سے دل بہلاؤں)

اس نظر نے وہ زاویہ دیکھا جو حقیقت شناسا تھا اور اس آمنے سامنے (Face to Face) کے زاویے نے شیر کو اُس کی اصلیت کو 359 زاویوں میں تلاش کر رہے ہیں حالانکہ یہ ہمیں حقیقت سے دور لے جاتے ہیں۔ حقیقت شناس زاویہ ہمیں میدان میں آنے کی دعوت دیتا ہے اس زاویہ کیلئے ہمیں سب سے پہلے اپنے اندر تمام دوسرے غلط زاویوں کی نفی کرنا ہوگی۔ اپنے اندر کے کھیت میں ہل چلانا ہوگا اور اپنے ذہن کی زمین کو تیار کرنا ہوگا کیونکہ جب بھی کوئی عمارت تعمیر کی جاتی ہے تو پہلے اس کی بنیادیں کھودی جاتی ہیں اور ہر نئی فصل اُگانے کیلئے ہل چلانا پڑتا ہے اور اگر سچ پوچھیں تو حقیقت کے چشمے سے سیراب ہونے کیلئے ''لا'' (No) یعنی نفی اور ہر شے سے انکار کرنا تو ازل سے سلامتی کے مذاہب کی اساس رہی ہے کیوں کہ تمام خودرو جنگلات چاہے کتنے ہی بھلے معلوم کیوں نہ ہوں مگر اصل حسن تو ان باغات میں ہے جو انسان نے زمین پہ محنت کر کے اُگائے ہیں جیسے پانی اپنی حدوں سے باہر نکل جائے تو سیلاب بن جاتا ہے اسی طرح ہمارے اندر کی لامحدود طاقت انسان کو درندہ بھی بنا سکتی ہے اور یہ معصوم صورت درندہ زندگیوں کیلئے فناء بن جاتا ہے۔ انسان کے اندر (ذہن) کی طاقت صرف اور صرف ''خیال'' میں پنہاں ہے اور یہ اس پانی کی طرح ہے جو لطیف (ہلکا) ہو جائے تو عرش (آسمانوں) کا رُخ کرتا ہے اور اگر بے قابو ہو جائے تو تباہی و بربادی کا باعث بنتا ہے اور اگر کسی جگہ رُک جائے تو بے چینی اور ڈپریشن کا سبب بنتا ہے۔ جبکہ کائنات کی تسخیر کی کنجی بھی اسی خیال کی طاقت کے مرہونِ منت ہے۔

انسانی نفس اور روزہ

(شاھد زبیر)

"جس نے اپنے نفس کوخواہشات سے روکا تو یقیناًاس کاٹھکانہ جنت ہے"(القرآن)
نفسانی خواہشات کی بنیاد اور تعداد بہت وسیع ہے۔ ہر چیز کو حاصل کرنے کی ہوس اسے گھیرے رہتی ہے۔ دین نے انسان سازی کو ایک نصب العین عطاء کیا ہے تا کہ بندہ اپنی رغبت اور رضا سے لبریز ہوکر اللہ کی بندگی اختیار کرے۔ نفس کے منفی پہلو کیساتھ ایک ملکوتی جذبہ بھی عبد کیساتھ ہے جو اسے نیکی کی طرف بلاتا رہتا ہے جس کا مقام روح ہے اور حقیقت باری تعالیٰ کی ذات ہے۔ بنیادی طور پر نفس کو ربوبیت کی ذات سے پیدا کیا گیا جس کی وجہ سے منع کرنے کے باوجود آدم علیہ السلام شجر ممنوعہ کو کھانے کے مرتکب ہوئے اس وقت نفس نے بالذات اپنے اوپر اعتماد کیا اور حکم الٰہی کو بھول گیا۔ اس نافرمانی کے نتیجہ میں اسے پستی کی طرف دھکیل دیا گیا۔ اسی لئے شہوات اور خورد ونوش کی کثرت پر تنبیہہ کی گئی اور انہیں شیطان کے ہتھیار بتایا گیا۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ شیطان بنی آدم کے اندر خون کی طرح چلتا ہے۔ اس لئے فاقہ کے ذریعہ اس کے بہاؤ کو تنگ کردو۔ ہر عاقل کو نجات دینے والے امور پر غور و فکر کرنا چاہیے۔ اور نفس کی عبادت سے اجتناب کرنا چاہیے۔ عبادت اور محبت صرف اللہ کے لئے ہے اور بھوک صرف سانس کو قائم رکھنے کا ذریعہ تا کہ اطاعتِ الٰہیہ پیدا ہو۔ سورۃ الجاثیہ میں فرمایا گیا۔

" کیا پس دیکھا تو نے اس شخص کو جس نے اپنی خواہشوں کو اپنا خدا بنالیا اور (بسبب) اس کے باوجود اس کے جاننے بوجھنے کے اللہ نے اسے گمراہ کردیا۔ اس کی سماعت اور اس کے دل پر مہر لگادی اور اس کی بینائی پر پردہ ڈال دیا۔ پھر اللہ تعالیٰ کے (اس فضل) کے بعد اسے کون

راہ راست پر لائے گا۔پس کیا تم نصیحت نہیں پکڑتے"۔

حضرت حاتمؒ نے فرمایا:

"میرا نفس میری سرحد ہے میرا علم میرا ہتھیار ہے میرا گناہ میری بدبختی ہے۔ شیطان میرا دشمن ہے اور میرا نفس غدر اور دھوکا کرنے والا ہوتا ہے"۔

آخرت کے تصور میں یہ چیز واضح ہے کہ آخر ایک روز بندے نے اپنے رب کے سامنے کھڑے ہونا ہے اور زندگی میں اگر انسان اپنے رب سے سرکشی کر کے بندگی کی حدود توڑتا ہے، مالک سے سرکشی کرتا ہے، دنیاوی آسائشوں کا طلبگار رہتا ہے، ان کے حصول کے لئے کوئی بھی طریقہ استعمال کرتا ہے تو اسے سزا کا سامنا کرنا پڑے گا۔اسی لئے بار بار نفس کو قابو میں رکھنے کی تلقین کی گئی ہے۔اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

"اور جس نے اپنے نفس کو خواہشات سے روکا تو یقیناً اس کا ٹھکانا جنت ہے"۔

پھر فرمایا:

"تحقیق نفس البتہ حکم کرنے والا ہے، ساتھ برائی کے" (یوسف)

نفس کی تطہیر کے لئے ایسے اعمال کا اختیار کرنا ضروری ہے جو اس کی سرکشی اور بہیمی قوت کو توڑ دیں۔اس کو فتح کرنے کے لئے مجاہدہ و ریاضت کی ضرورت پڑتی ہے، جس سے اس پر ہدایت کی روشنی پڑنا شروع ہوتی ہے۔نفس کی کمزوری ہے کہ وہ شہوتوں اور لذتوں کا تابع ہوتا ہے انسان کا کمال یہ ہے کہ اسے اپنا تابع بنائے۔اس نفس حیوانی کو نفس انسانی بنانے کیلئے مجاہدہ اور ریاضت کی ایک بہترین صورت روزہ ہے کیونکہ نفس کے غلبہ کو توڑنے کے لئے طعام کی قلت کا اہتمام کرنا، نورانیت میں اضافہ کرتا ہے اور اس میں لطافت پیدا ہوتی ہے۔اگر سونے کو ترک کیا جائے اور جاگ کر عبادات کی جائیں اور پیٹ کو خالی رکھا جائے۔کم بولا جائے تو نجات کی صورت پیدا ہو جاتی ہے۔منہ کی زبان بند رکھنے سے دل کی زبان کھلتی ہے اور اسرار و معارف کی آگاہی ہوتی ہے قرآن میں حکم ہے کہ جس نے اپنے ربّ کے سامنے کھڑا ہونے کا خوف کیا تھا اور

نفس کو بری خواہشات سے باز رکھا تھا، جنت اس کا ٹھکانا ہوگی۔روزہ عبادت ہے جو نفس کی بیخ کنی کرتا ہے۔پیٹ کو کھانے سے بچاتا ہے۔آنکھ کو شہوت سے روکتا ہے اور کان کو غیبت سننے سے بچاتا ہے اور زبان کو فضول گوئی سے محفوظ رکھتا ہے۔نفس پر غلبہ پانے والے روزہ دار کو تجلیاتِ الٰہی کی بہت سی اشیاء دکھائی دیتی ہیں۔نورانیت اسے خلعت پہناتی ہے۔خود رب کریم اسے علم سے آشنا کرتا ہے اور اس علم وعرفان کی برکت کے سبب اسے عارفین کا مقام عطا فرماتا ہے۔اگرچہ بھوکا رہنے سے جسم کو معمولی تکلیف برداشت کرنا پڑتی ہے لیکن دل روشن ہو جاتا ہے۔روح کی صفائی ہوتی ہے پیٹ کی سیری جانوروں کا عمل ہے جبکہ بھوک روح کی تعمیر کرتی ہے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے انسان کو قوت خیالی اور قوت فیصلہ سے آراستہ کیا۔اسے روزے کے فرض سے سرفراز کیا۔اس پر محض غذا اور منفی خواہشات کی پابندی عائد کی تاکہ اس کا احساسِ بندگی بیدار رہے۔یہی روزے کی اصل روح ہے ورنہ محض بھوکا پیاسا رہنا مانند لاش بے روح ہے روزہ کی اصل یہ ہے کہ تقویٰ اور طہارت اختیار کیا جائے۔فجور کے رجحانات کو ختم کیا جائے۔ اعضاء کو شہوت ملنے سے دل میں شرمندگی کا بیڑ آگتا ہے۔جھوٹ سننا اور بری نگاہ ڈالنا نفس کی ولایت ہے جبکہ روزہ لہو ولعب اور رغبت سے فرار ہے۔حضرت علی بن عثمان الجلابیؒ نے خواب میں نبی کریم ﷺ کی زیارت کی تو عرض کیا اے اللہ کے رسول مجھے کوئی وصیت فرمائیے حکم ہوا۔

"اپنے حواس کو قابو میں رکھ کیونکہ حواس کو بند رکھنا ہی مکمل مجاہدہ ہے۔خالی کھانے پینے سے رُکے رہنا، بچوں اور بوڑھی عورتوں کا روزہ ہے"۔ امام غزالیؒ لکھتے ہیں کہ روزہ کی غرض یعنی ابلیس اور شہوت نفسانیہ کا توڑ کیسے حاصل ہو سکتا ہے جبکہ صرف کھانے پینے اور اوقات تبدیل کر دیے جائیں یا دن بھر نفس کو بھوکا رکھنے کے بعد افطار کے وقت عمدہ عمدہ چیزیں اسے پیش کر کے خوب سیر کیا جائے۔اسطرح تو قوت شہوانیہ ضعیف ہونے کی بجائے اور بھڑک اٹھتی ہے اور روزے کا مقصد فوت ہو جاتا ہے۔منصور حلاجؒ کے خادم نے جب انہیں وصیت کرنے کے لئے کہا تو فرمایا:

"تو اپنے نفس کو تمام علائق دنیاوی سے خالی کر لے ورنہ یہ نفس تجھ کو ایسی چیزوں میں پھانس دے گا جو تیرے بس کی نہ ہوں گی"۔

روزہ تمام انبیاء کی شریعتوں کا لازم جزو رہا ہے اور ان کے فرض کرنے میں مالک نے جس طرح نماز کو روزمرہ کا عمومی نظام تربیت بنایا۔ اسی طرح روزے کو سال بھر میں ایک بار ایک ماہ کے لئے غیر معمولی نظام تربیت بنایا جس کا مقصود احساس بندگی اور اطاعت ہے۔ پوری طریقت کی حقیقت اس میں مضمر ہے کہ روزہ درحقیقت نفس کو پابند کرتا ہے۔ بھوکا رہنا اور بھوکوں کو کھانا کھلانا، دنیا کے تمام مذاہب میں ایک قابل تعریف عمل ہے۔ کشف المحجوب میں لکھا ہے بھوک صدیقوں کا کھانا، مریدانِ حق کا مسلک اور شیطان کے لئے قید ہے۔ جب غذاؤں کا طلبگار نفس سے اپنا ہاتھ اٹھا لیتا ہے تو نفس بہت ضعیف اور عقل زیادہ مضبوط ہو جاتی ہے۔ نفس جب اپنی حرکتوں سے عاجز آ جاتا ہے تو باطل ارادہ حق کے ظاہر کرنے میں محو ہو جاتا ہے اسی لئے رمضان کو صبر کا، غم خواری کا اور غربا و مساکین کیسا تھ مدارات کا مہینہ کہا گیا ہے حضور پاک ﷺ نے فرمایا کہ روزہ آدمی کے لئے ڈھال ہے جب تک اس کو پھاڑ نہ ڈالے۔ روزہ ترغیب ہے محبت الٰہی، اخلاص، خوف الٰہی، حیاء شکر، وفائے عہد، توکل، زبان و دل کی عبادت، ذکر، دعا، زبان کی حفاظت، پاکی و صفائی، تجارت میں سچائی کی اور حضرت شاہ اشرف علی تھانویؒ نے بتایا کہا من کا زہر نفاق عُجب، چغل خوری، کینہ، غصہ، بدخواہی، بدگمانی، نااتفاقی، غیبت اور فضول خرچی میں ہے۔ حضور پاک ﷺ کا ارشاد ہے کہ روزہ منکرات و شرور سے بچاتا ہے۔ اس سے انسان کا تزکیہ ہوتا ہے۔ تطہیر ہوتی ہے، انسان خیر کا امیدوار بن جاتا ہے، اگر روزہ سے انسان اس وجہ مہذب نہیں بن سکتا تو اللہ کے ہاں اس کے روزے کی کوئی قدر و قیمت نہیں اور روزے دار کو سوائے بھوک اور پیاس کے کچھ حاصل نہیں ہوتا۔ حیات المسلمین میں لکھا ہے کہ جو شخص ایمان سے اور ثواب کے اعتقاد سے رمضان کے روزے رکھے اور رمضان میں شب بیداری کرے وہ اپنے گناہوں سے اس دن کی طرح نکل جائے گا جس دن اس کی ماں نے اسے جنا تھا۔ (نسائی)

خاص بندوں کا روزہ بھی خاص ہوتا ہے کہ ان کے اعضائے بدن کیساتھ ان کے قلوب بھی فکر،وساوس سے محفوظ رہتے ہیں۔ذکر الٰہی کے سوا کسی چیز کا ان کے دل میں گزر نہیں ہوتا لیکن عوام کو کم از کم اتنا خیال ضرور رکھنا چاہیے کہ ایسی شئے پر افطار کریں جو بلاشبہ حلال اور پاک ہو اور محض اتنا کھائیں جس سے معدہ بھاری نہ ہو۔رویانیؒ نے بیان کیا کہ جو شخص چھوہارے سے افطار کرتا ہے۔اس کی نماز بڑھا کر چار سو نماز کے برابر کر دی جاتی ہے اور رمضان کے معنی گرمی کی شدت کے ہیں،اس لئے کہ وہ گناہوں کو جلا ڈالتا ہے اور روزہ دار کو اس کے حیوانی جسم پر اقتدار بخشتا ہے۔حضرت شاہ ولی اللہؒ نے لکھا کہ رمضان خیر وصلاح اور تقویٰ وطہارت کا موسم ہے۔ جس میں برائیاں دبتی اور نیکیاں پھیلتی پھولتی ہیں۔احادیث میں آیا ہے کہ جب رمضان آتا ہے تو جنت کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں اور جہنم کے دروازے بند کر دیے جاتے ہیں۔ سورۃ توبہ میں فرمان ہوتا ہے کہ:

"وہ اللہ ہی ہے جو اپنے بندوں کی توبہ قبول کرتا ہے اور ان کی خیرات کو قبولیت عطاء فرماتا ہے اور یہ کہ اللہ بہت معاف کرنے والا اور رحیم ہے"۔

"اور اے نبی ﷺ ان لوگوں سے کہہ دو کہ تم عمل کرو اور اس کا رسول اور مومنین سب دیکھیں گے تمہارا طرزِ عمل کیا رہتا ہے"۔

حضرت ابو ہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"حق تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ روزہ دار کھانا پینا اور نفسانی خواہش (جو بیوی سے متعلق ہے) میری وجہ سے چھوڑ دیتا ہے"۔(بخاری)

حضرت قطب ربانی کا ارشاد ہے:

"تو اللہ تعالیٰ کے احکام اور افعال کا احترام کرتے ہوئے اپنی خواہشات ولذات کو فنا کر دے کیونکہ اس عمل میں سے تیرے دل میں علم الٰہی کا ظرف پیدا ہونے کی صلاحیت پیدا ہو جائے گی"۔

روح کو اگر لذاتِ جسمانی سے علیحدہ کر دیا جائے تو اس کی پاکیزگی بڑھ جاتی ہے۔ چونکہ مرنے پر روح کو لذات سے کنارا کشی کرنی ہے۔اس لئے مرنے سے قبل روزہ میں لذات سے علیحدگی مفید ہے۔فرق صرف یہ ہے کہ موت لذات سے جدا کرتی ہے۔اس لئے اچھا ہے کہ روزہ سے اس کا عادی بنایا جائے تا کہ اس کی پاکیزگی زندگی میں بڑھ جائے۔ رمضان کے روزے رکھنے سے قوت ملکی غالب آتی ہے اور قوت بہیمی مغلوب ہوتی ہے جس سے اللہ تعالیٰ کی رضامندی اور نتیجتاً اس کی رحمت پانے میں آسانی ہوتی ہے۔روزہ شیطان اور نفس کے ضرر سے بچالیتا ہے۔فضائل اعمال میں لکھا ہے کہ۔

"کیا ہی اچھا ہو کہ گیارہ مہینے ضائع کر دینے کے بعد ایک مہینہ مر مٹنے کی کوشش کر لیں"

نفس کو فتح کرنے اور ملکی قوت حاصل کرنے کا یہ مہینہ ویسے بھی افضل ترین ہے کیونکہ اسی مہینے میں قرآن نازل ہوا۔حضرت ابراہیمؑ کو صحیفے اسی ماہ عطاء ہوئے،حضرت داؤدؑ کو زبور سے اسی ماہ سرفراز کیا گیا۔حضرت موسیٰؑ کو تورات اسی ماہ انعام کی گئی۔حضرت عیسیٰؑ کو اسی ماہ انجیل عطاء کی گئی۔کویا کلام الٰہی کو اس ماہ سے خاص نسبت ہے اور اسی لئے اس کی رحمت کی بارش کی جاتی ہے اور شیاطین قید کر دیے جاتے ہیں تا کہ بندے پر سے ان کا بوجھ اٹھالیا جائے تا کہ وہ اپنے پروردگار سے زیادہ قرب حاصل کر سکیں۔ابلیس چونکہ نفس کی گمراہی کا مظہر ہے اسی لئے یہ رکاوٹ پروردگار اس ماہ دور کر دیتے ہیں۔

اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرشتے پیدا کئے ان کو عقل عطاء فرمائی لیکن نفس نہیں دیا۔ حیوانات پیدا کئے اور ان میں نفس رکھا اور عقل عطا نہیں کی۔انسان کو پیدا فرمایا تو اس میں نفس اور عقل دونوں رکھ دیے تا کہ جو نفس پر غالب آ سکے حیوانوں سے بہتر ہے اور جس کی عقل نفس پر غالب آ گئی وہ فرشتوں سے افضل ہو گیا۔سرکار دو عالم ﷺ نے فرمایا کہ ہر چیز کی زکوٰۃ ہوتی ہے اور جسم کی زکوٰۃ روزہ ہے۔جو شخص روزہ رکھ کر اس کی شرائط پوری کرتا ہے تو اس کے نفس میں مثبت کیفیات ابھرتی ہیں جن سے اسے اللہ کے عالم الغیب ہونے کا یقین پختہ ہوتا ہے کیونکہ وہ

اس وقت بھی روزہ دار ہے جب اسے کوئی نہیں دیکھ رہا۔ دوسرے آخرت اور حساب کتاب پر پورا ایمان پیدا ہوتا ہے کیونکہ بلا وجہ کوئی شخص سارا دن بھوکا پیاسا نہیں ہو سکتا۔ اسے اپنے اس فرض کا احساس ہوتا ہے کہ یہ پابندی اس نے خود اپنے اوپر لگائی ہے۔ پھر اس نے مادیت چھوڑ کر روحانیت کا انتخاب کرلیا ہے۔ رضائے الٰہی کی خاطر وہ ایسا کام کرتا ہے جس کا نتیجہ مرنے کے بعد برآمد ہوگا۔ یہی نفس پر اس کی فتح ہے اور اسی لئے روزہ لازم کیا گیا (اسلامی نظریہ حیات)۔

نبی کریم ﷺ سے مروی ہے کہ مومن ماہِ رمضان میں بیدار ہوتا ہے اور بڑا کروٹیں بدلتا ہے اور ذکرِ خدا میں لگا رہتا ہے تو فرشتہ اس سے کہتا ہے۔ اُٹھ خدا تجھ پر رحمت کرے پس جب وہ اٹھ کھڑا ہوتا ہے تو اس کا بچھونا اس کے لئے دعا کرتا ہے اے اللہ اس کو جنت کے بلند بچھونے عطا فرما اور جب اپنے کپڑے پہنتا ہے تو وہ اس کے لئے دعا کرتے ہیں۔ اے اللہ اس کو جنت کے جوڑے عطا فرما۔ روزہ میں اٹھنا اور ذکر اذکار کرنا ایسی ہی برکت کا باعث ہے طبقات عیون المجالس میں اللہ تعالیٰ کے قول کے متعلق درج ہے کہ رمضان کے روزے بھی دس مہینوں کے برابر ہیں۔ رہے دو مہینے، پس اللہ ایک مہینہ کے گناہ اپنی رحمت سے بخش دے گا اور ایک مہینہ حضرت نبی اکرم ﷺ کی سفارش سے۔ روزہ میں انسان ملکوت کی مثال ہوتا ہے جو کھاتے پیتے نہیں اور یادِ الٰہی میں مشغول رہتے ہیں۔ حضرت داتا گنج بخشؒ لکھتے ہیں کہ حضرت عبداللہ تستریؒ جس دن پیدا ہوئے اس دن بھی روزہ دار تھے اور جس دن دنیا سے رخصت ہوئے اس دن بھی روزہ سے تھے۔ لوگوں نے کہا کہ یہ کیسے ہو سکتا ہے تو انہوں نے بیان کیا جس دن آپ کی ولادت ہوئی صبح کا وقت تھا اور انہوں نے شام کی نماز تک ذرّہ بھی دودھ نہیں پیا۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ حضور پاک ﷺ نے فرمایا کہ روزہ اور قرآن دونوں قیامت کے دن بندہ کی شفاعت (یعنی بخشش کی سفارش) کریں گے۔ روزہ کہے گا کہ اے میرے پروردگار! میں نے اس کو کھانے اور نفسانی خواہشوں سے روکے رکھا سو اس کے حق میں میری سفارش قبول کیجئے۔ نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں کہ دونوں کی سفارش قبول کر لی جائے گی۔

مولانا مودودیؒ نے لکھا ہے کہ روزہ نہ صرف فرض ہے بلکہ نفل بھی۔ نفل روزوں کی بہترین اور معتدل ترین صورت یہ ہے کہ ہر مہینہ تین دن کے روزوں کا انتظام کیا جائے اور ان ایام میں خاص طور پر تقویٰ کی اس کیفیت کو حاصل کرنے کی کوشش کی جائے جسے قرآن مجید روزے کی اصل خاصیت بتاتا ہے۔ چونکہ روزہ چھپا کر نیکی کرنے کی صورت ہے اس سے آدمی کے نفس کی بتدریج اصلاح ہوتی جاتی ہے۔ بری صفات مٹ جاتی ہیں اور یہی چیز اسے اللہ کے ہاں مقبول بنا دیتی ہے۔ جو تھوڑے بہت گناہ اس کے نامہ اعمال میں ہوتے ہیں انہیں بھی ان خوبیوں کے پیش نظر اللہ تعالیٰ معاف فرما دیتا ہے۔ حضرت شاہ ولی اللہؒ کے بقول جب مسلمان روزہ رکھتے ہیں اور شب کو عبادتیں کرتے ہیں، جو ان میں کاملین ہیں وہ نور الٰہی کے دریا میں غوطہ لگاتے ہیں ہر شخص اپنی قابلیت کے موافق عبادت سے قربت حاصل کرتا ہے۔ نفس اس کا اثر قبول کرتا ہے اور قوت بہیمی سے چھٹکارا پا کر مقام بندگی پر فائز ہو جاتا ہے۔

دعائے مغفرت

راولپنڈی سے خادم حلقہ عبدالکریم صاحب کے بھانجے

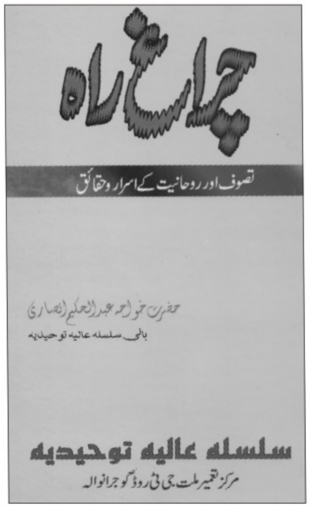
گوجرانوالہ سے بزرگ بھائی محمد صدیق صاحب کے چھوٹے بھائی

گوجرانوالہ سے بھائی انور مغل (شوروم والے) کے پھپھوزاد بھائی

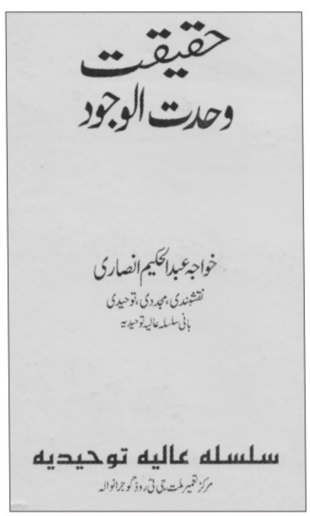
بقضائے الٰہی وفات پا گئے ہیں (اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّـا اِلَيْهِ رَاجِعونَ)

مرحومین کی مغفرت اور بلندی درجات کیلئے دعا فرمائیں۔

بانی سلسلہ عالیہ توحیدیہ خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ کی شہرہ آفاق تصانیف



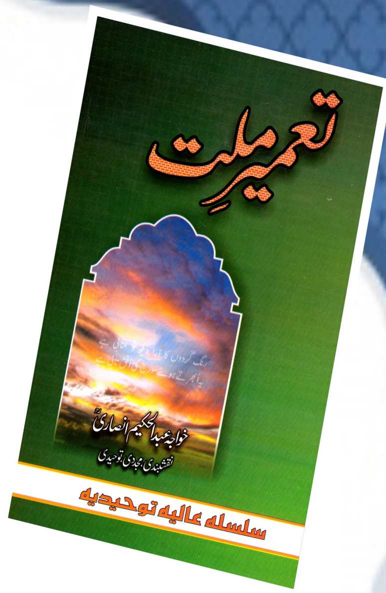
کتاب ہذا بانی سلسلہ خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ کے خطبات پر مشتمل ہے۔ جو آپ نے سالانہ اجتماعات پر ارشاد فرمائے اسمیں درج ذیل خصوصی مسائل پر روشنی ڈالی گئی۔سلوک وتصوف میں ذاتی تجربات ،مرشد کی تلاش کے دس سالہ دور کا حال۔زوال اُمت میں اُمراء ،علماء،صوفیاء کا کردار۔علماء اورصوفیاء کے طریق اصلاح کا فرق۔تصوف خفتہ اور بیدار کے اثرات اورتصوّف کے انسانی زندگی پراثرات۔سلسلہ عالیہ توحیدیہ کے قیام سے فقیری کی راہ کیونکر آسان ہوئی۔



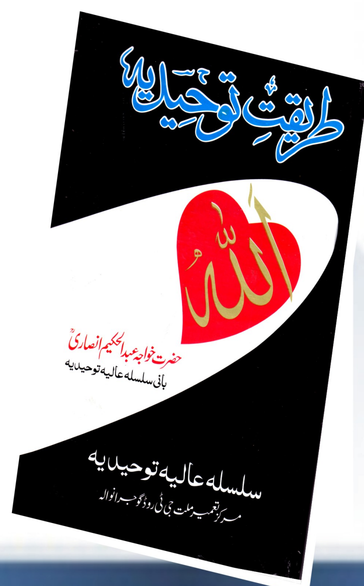
وحدت الوجود کے موضوع پر یہ مختصر سی کتاب نہایت ہی اہم دستاویز ہے۔مصنّفؒ نے وحدت الوجود کی کیفیت اور روحانی مشاہدات کو عام فہم دلائل کی روشنی میں آسان زبان میں بیان کردیا ہے۔ آپ نے جن دیگر موضوعات پر روشنی ڈالی ہے وہ یہ ہیں:۔حضرت مجدد الف ثانیؒ کا نظریہ وحدت الشہود، انسان کی بقاء اور ترقی کیلئے دین کی اہمیت اور ناگزیریت، بنیادی سوال جس نے نظریہ وحدت الوجود کو جنم دیا اور روحانی سلوک کے دوران بزرگان عظّام کو ہوجانے والی غلط فہمیاں۔

مکتبہ توحیدیہ کی مطبوعات

قرونِ اولیٰ میں مسلمانوں کی بے مثال ترقی اور موجودہ دور میں زوال وانحطاط کی وجوہات، اسلامی تصوّف کیا ہے؟ سلوک طے کرنے کا عملی طریقہ، سلوک کا ماحصل اور سلوک کے ادوار، ایمان محکم کس طرح پیدا ہوتا ہے؟ عالم روحانی کی تشریح، جنت، دوزخ کا محل وقوع اور ان کے طبقات کی تعداد، انسانی روح کی حقیقت کیا ہے؟ روح کا دنیا میں آنا اور واپسی کا سفر، اسلامی عبادات، معاملات، اور اخلاق وآداب کے اسرار ورموز اور نفسیاتی اثرات، امت مسلمہ کے لئے اپنے کھوئے ہوئے مقام کے حصول کیلئے واضح لائحہ عمل۔



یہ کتاب سلسلہ عالیہ توحیدیہ کا آئین ہے۔ اس میں سلسلے کی تنظیم اور عملی سلوک کے طریقے تفصیل کے ساتھ بیان کئے گئے ہیں۔ جو لوگ سلسلہ میں شامل ہونا چاہتے ہیں انہیں یہ کتاب ضرور پڑھنی چاہئے۔ حضرت خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ نے تصوف کی تاریخ میں پہلی مرتبہ فقیری کا مکمّل نصاب اس چھوٹی سی کتاب میں قلم بند کردیا ہے۔ اس میں وہ تمام اوراد، اذکار اور اعمال واشغال تفصیل کے ساتھ تحریر کردیئے ہیں جس پر عمل کرکے ایک سالک اللہ تعالیٰ کی محبّت، حضوری، لقاء اور معرفت حاصل کرسکتا ہے۔



Reg: CPL - 01

Website www.tauheediyah.com